دسمبر 2008

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

کالا زار

Atlantis Publications

اشتیاق احمد

http://www.pakfunplace.com
http://www.pakfunplace.com
http://www.pakfunplace.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

64واں خاص نمبر

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید
آصف، آفتاب، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا اور
شوکی برادرز کا مشترکہ خاص نمبر

اشتیاق احمد

http://www.pakfunplace.com

http://www.pakfunnet.com

خطرے کی گھنٹی

صدر صاحب کا چہرہ دودھ کی طرح سفید تھا۔

ان کی آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا... اور وہ ٹکٹکی باندھے اپنے سامنے کی دیوار کو تکے جا رہے تھے۔ انہیں ابھی ابھی ایک خبر سنائی گئی تھی... خبر اس قدر ہولناک تھی کہ وہ اوپر سے نیچے تک ہل گئے تھے۔ کتنی ہی دیر وہ ساکت بیٹھے رہے... خبر سن کر انہیں پہلے تو اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آیا تھا... لیکن خبر کسی ایرے غیرے نے نہیں... ان کے مشیر بابر کسیرا نے سنائی تھی... اور بابر کسیرا پر انہیں اندھا اعتبار تھا... پھر بھی اس کی بات سن کر انہوں نے بے یقینی کے عالم میں کہا تھا:

''کیا کہہ رہے ہو کسیرا... دماغ تو نہیں چل گیا... پاگل تو نہیں ہو گئے... جانتے بھی ہو، تم نے کہا کیا ہے...''

''خود میری کیفیت بھی یہی ہے سر... لیکن حقیقت یہی ہے کہ پروفیسر غفاری کا کہیں کوئی پتا نہیں ہے۔''

صدر صاحب کے نزدیک اس سے زیادہ خوفناک خبر کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ پروفیسر غفاری ملک کے بہت بڑے سائنس دان تھے... پروفیسر داؤد کے بعد ملک کے لیے اگر کوئی اہم ترین آدمی تھے تو وہی تھے اور وہ اپنی تجربہ گاہ سے غائب تھے۔ باہر کیسرا نے بتایا تھا کہ صبح وہ اپنے بستر پر نہیں ملے... جب کہ رات وہ اپنے بستر پر ہی سوئے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ صدر صاحب بہت دیر تک سکتے کی حالت میں رہے... آخر وہ چونکے۔ موبائل پر ایک نمبر دبایا... جلد ہی دوسری طرف انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی:

''السلام علیکم سر... صبح صبح آپ کے فون کا آنا خطرے کی گھنٹی ہے سر۔''

''تمہارا اندازہ ٹھیک ہے جمشید... یہ خبر ابھی صرف تجربہ گاہ تک محدود ہے یا پھر مجھے اطلاع ملی ہے... اس سے پہلے کہ یہ خبر پھیلے... تم وہاں پہنچ جاؤ۔''

''جی کیا مطلب... تجربہ گاہ... کیا ہوا پروفیسر داؤد

صاحب کو۔''

''غلط سمجھے... میں پروفیسر غفاری کی بات کر رہا ہوں... وہ اپنے بستر پر نہیں ملے... کمرے کا دروازہ اندر سے بند ملا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید بہت زور سے اچھلے۔

''ہاں جمشید... لیکن تم دیر نہ کرو... میں نے فوراً ہدایت دے دی تھی... کہ اس خبر کو تجربہ گاہ سے باہر نہ نکلنے دیا جائے... اس طرح خبر اخبارات میں نہیں آئے گی اور ملک میں افواہیں نہیں پھیلیں گی، ادھر تم کام شروع کر دو گے... اور اللہ نے چاہا تو تم انہیں ایک دو دن کے اندر تلاش کر ہی لو گے۔''

''انشاء اللہ! آپ فکر نہ کریں... یہ خبر باہر نہیں جائے گی... ملک میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔ آج کے اخبار تو یوں بھی چھپ چکے ہیں... لہٰذا بات تو یوں بھی کل کے اخبارات پر چلی گئی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

''ہاں جمشید... ویسے آج اخبارات لیٹ ہیں... ابھی تک نہیں آئے... سنا ہے... رات لائٹ دیر تک غائب رہی... کوئی فنی خرابی ہو گئی تھی۔''

''جی ہاں! لائٹ تو واقعی غائب رہی ہے۔''

''بس تو پھر جمشید... بسم اللہ کرو... اور کوئی خاص بات معلوم ہو تو مجھے فون کر دینا۔''

''او کے سر۔'' انہوں نے فون بند کر دیا اور ان تینوں کی طرف مڑے جو پریشانی کے عالم میں ان کی طرف دیکھے جا رہے تھے۔

''پروفیسر غفاری... اپنی تجربہ گاہ سے غائب پائے گئے ہیں... اور کمرہ بند ملا ہے... مطلب یہ کہ دروازہ کھولے بغیر غائب ہو گئے ہیں... اغوا کرنے والوں کی مہارت کی داد دینا پڑتی ہے... آؤ چلیں۔''

''زرافتی سائنس دان... جن کے تجربات کی بہت دھوم ہے۔'' محمود نے مارے حیرت کے کہا۔

''ہاں وہی... ہماری ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی... ان کے ہاں کبھی جانے کا اتفاق ہی نہیں ہوا... خیر... اب جو جا رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''پروفیسر صاحب تو اب وہاں ہیں ہی نہیں۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''بھئی تلاش کر لیں گے۔'' انہوں نے جلدی سے کہا۔

آخر وہ اپنی جیپ میں پروفیسر غفاری کی تجربہ گاہ پہنچ گئے... تجربہ گاہ بہت ہی مختصر سی تھی... البتہ عمارت شاندار تھی... اس کے چاروں طرف باغ تھا۔ اس میں اونچے اونچے درخت تھے۔ اندر پھولوں کے پودے لہلہاتے تھے... اور باغ کے عین درمیان میں تجربہ گاہ تھی... بیرونی دروازے پر مسلح گارڈز نظر آئے... انہوں نے جیپ کو دیکھ کر رائفلیں تان لیں:

''خبردار! سڑک پر جو اسپیڈ بریکر ہے... جیپ کو اس سے آگے نہ لائیں... پہلے اپنی شناخت کرائیں۔''

''استقبال تو اچھا ہو رہا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

محمود اور فرزانہ مسکرا دیے... انسپکٹر جمشید جیپ سے اتر کر ان کی طرف بڑھے... انہوں نے بائیں طرف جیپ... کیبن کی طرف اشارہ کیا، اس میں دو فوجی بیٹھے نظر آئے:

''ہمیں صدر صاحب نے بھیجا ہے... نام ہیں، انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ۔''

''اوہ یہ آپ ہیں... آیئے آیئے... آپ کے بارے میں ہمیں ہدایات مل چکی ہیں۔'' دونوں فوجی پرجوش انداز میں باہر

http://www.Paksociety.com

نکل آئے اور گیٹ پر موجود گارڈز کو گیٹ کھول دینے کا اشارہ کیا، پھر ان سے بولے:

"آپ جیپ اندر لے چلیں۔"

"شکریہ!"

وہ اندر داخل ہوئے... ایک طرف گاڑیوں کے لیے پارک موجود تھا... جیپ وہاں کھڑی کر کے وہ ان دونوں کی طرف آگئے:

"خبر ابھی باہر تو نہیں نکلی۔"

"جی نہیں... پوری احتیاط کی گئی ہے۔"

"بہت خوب! بے فکر رہیں... اس سے پہلے کہ یہ خبر باہر نکلے... ہم انہیں تلاش کر لیں گے۔"

"ہمیں بھی پوری امید ہے۔" وہ بولے۔

"بس تو پھر آپ ہمیں فوری طور پر اس کمرے میں پہنچا دیں... جہاں وہ سوئے ہوئے تھے۔"

"ہماری ڈیوٹی صرف کیبن تک ہے... اندر کا عملہ آپ کو پوری تجربہ گاہ دکھائے گا... ہم انہیں اطلاع دیتے ہیں۔"

اندر کے عملے کو اطلاع دی گئی... وہ دوڑے آئے... انہیں

آتے دیکھ کر بیرونی اہلکار پلٹ گئے:

"آئیے ہم آپ کو اس کمرے تک لے چلیں۔"

وہ ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے... انہوں نے دیکھا... کمرے میں ہر طرف افراتفری پھیلی تھی... چیزیں الٹ پلٹ تھیں... بستر کی چادر بھی فرش پر گری تھی... یہ حالت دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا تھا کہ کمرے میں خوب ہنگامہ آرائی ہوئی ہے... گویا پروفیسر غفاری نے اغوا کرنے والوں سے مقابلہ کیا تھا... لیکن وہ تعداد میں کم تھے... اس لیے آخر کار وہ بے بس ہو گئے... یہ اندازہ لگا کر وہ عملے میں سے ایک کی طرف مڑے:

"آپ کا نام۔"

"فارغ خان محفوظ۔"

"فارغ خان محفوظ؟" فاروق نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں! میں نے یہی نام بتایا ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

"یہ کیسا نام ہے؟"

"بہت اچھا اور بہت پیارا... آپ کو میرے نام پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"اور نام کے آخر میں محفوظ کیا ہے۔" فاروق بولا۔

''محفوظ تخلص ہے... آپ کو اعتراض کیا ہے۔''

''کوئی اعتراض نہیں... آپ ناراض نہ ہوں... فاروق بڑی بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔

''جی اچھا۔'' اس نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

''ہاں تو رات پروفیسر صاحب معمول کے مطابق اپنے بستر پر سوئے تھے... ٹھیک ہے۔''

''جی ہاں بالکل... آخری بار میں نے ہی ان سے ملاقات کی تھی... اور یہ میرا روز کا معمول ہے... جب ان کے سونے کا وقت ہو جاتا ہے تو میں ان سے ملتا ہوں اور صبح کے لیے ہدایات پوچھتا ہوں... انہیں جو کہنا ہوتا ہے... کہتے ہیں... ساتھ ہی میں کمرے سے نکل آتا ہوں۔ گذشتہ رات بھی یہی ہوا تھا...'' فارغ محفوظ نے بتایا۔

''بالکل ٹھیک... کمرے کے دروازے کی چابی کیا صرف انہی کے پاس ہوتی ہے... یا کسی اور کے پاس بھی ہوتی ہے۔''

''دوسری چابی میرے پاس ہوتی ہے... میں جاتے ہوئے دروازے کو تالا لگا کر چلا جاتا ہوں... دوسرے دن صبح سویرے وہ اپنی چابی سے دروازہ کھول کر باہر آتے ہیں...

غسل سے فارغ ہو کر ناشتے کے لیے باہر آجاتے ہیں... موسم گرما میں ان کے ناشتے کا وقت آٹھ بجے ہے اور سردیوں میں ناشتے کا وقت نو بجے ہے... سو کل صبح انہوں نے معمول کے مطابق ناشتا کیا تھا... اسی طرح دوپہر ایک بجے دوپہر کا کھانا کھایا تھا... رات کا کھانا وہ آٹھ بجے کے قریب کھانے کے عادی ہیں... اس کے بعد ایک گھنٹے تک باغ میں چہل قدمی کرتے ہیں، پھر سونے کے لیے کمرے میں آجاتے ہیں اور اس وقت میں کمرے میں داخل ہو کر ان سے ہدایات پوچھتا ہوں۔''

''چلیے! یہ تو ہو گیا معمول... اب یہ بتائیں... صبح جب ناشتے کی میز پر نہ پہنچے... تو پھر آپ نے کیا کیا۔''

''میں فوراً دروازے پر پہنچا... دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی... دراصل میں یہ سمجھا تھا کہ وہ کچھ دیر سے اٹھے ہیں، اس لیے ناشتے کے لیے باہر آنے میں کچھ دیر ہو گئی ہے... لیکن دستک کے جواب میں انہوں نے دروازہ نہ کھولا تو مجھے حیرت ہوئی... آخر میں نے اپنی چابی سے دروازہ کھولا اور اس وقت میں نے کمرے کی یہ حالت دیکھی جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں اور پروفیسر صاحب بستر پر نہیں تھے... میں

گھبرا گیا... میں نے ساتھیوں کو آواز دی... وہ دوڑے آئے... ہم نے پوری تجربہ گاہ میں انہیں دیکھا... لیکن ان کا دور دور تک پتا نہیں تھا... ویسے بھی کمرے کی حالت بتا رہی تھی کہ اندر خوب زور آزمائی ہوئی ہے... جب سب اس نتیجے پر پہنچ گئے اور تجربہ گاہ میں کہیں وہ نظر نہ آئے تو ہم نے صدر صاحب کے مشیر کو اب سے کوئی تین گھنٹے پہلے فون کر دیا، کیونکہ پروفیسر صاحب کے بارے میں براہ راست اگر ہم کسی کو اطلاع دے سکتے ہیں تو وہ ہیں صدر صاحب کے مشیر۔''

فارغ خان محفوظ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی... اور دوسری طرف کوئی کہہ رہا تھا:

''پروفیسر غفاری کو اغوا کرنے کی ذمے داری ہم قبول کرتے ہیں، یہ کالا زار تنظیم کا کام ہے... تلاش کر سکتے ہو تو کر دکھاؤ۔''

☆☆☆☆☆

کپتان

انہوں نے فوراً صدر صاحب کے نمبر ملائے، ان کی آواز سنتے ہی صدر صاحب بولے:

''ہاں جمشید! کیا رہا۔''

''سر! انہیں کالا زار تنظیم نے اغوا کیا ہے۔''

''کیا!!!'' صدر صاحب چلائے... پھر بولے:

''جمشید! تم جانتے ہو... پروفیسر غفاری کی گمشدگی کس قدر خطرناک بات ہے۔''

''جی ہاں! سر... میں جانتا ہوں۔''

''نہیں جانتے جمشید۔''

''جی... کیا مطلب؟''

''میں نے کہا ہے... تم نہیں جانتے... یہ بات اس قدر

http://www.pakurdupiece.com
Scanned by Lubaba Alvi

خطرناک کیوں ہے... اگر کل سے پہلے انہیں اغوا کر لیا جاتا تو یہ بات ہمارے لیے کوئی خاص خطرناک نہ ہوتی... اور ہم فکرمند نہ ہوتے۔"

"میں سمجھا نہیں سر... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"پروفیسر غفاری کی بہت مدت سے خواہش تھی... انہیں ایٹمی پلانٹ دکھا دیا جائے... تم جانتے ہو... ایٹمی پلانٹ ان لوگوں کو ہرگز ہرگز نہیں دکھایا جاتا جن کا تعلق کسی بھی طرح سے پلانٹ سے نہیں ہوتا... مطلب یہ کہ وہاں صرف ایسے لوگ جا سکتے ہیں جن کا پلانٹ سے تعلق ہے... ورنہ ملک کا صدر بھی نہیں جا سکتا... میں نے بھی آج تک پلانٹ نہیں دیکھا... لیکن ان کی یہ بہت بڑی خواہش تھی اور چونکہ ملک کے لیے ان کی خدمات بے تحاشہ ہیں... اس لیے ان کی خواہش کا احترام کیا گیا... ہمارے ملک کے ایٹمی سائنسدان بھی ان کی بہت عزت کرتے ہیں... میں نے جب ان سے پروفیسر غفاری کی خواہش بیان کی تو انہوں نے خوشی سے اجازت دے دی... لیکن جمشید... لگتا ہے... کسی طرح کالا زار تنظیم نے یہ بات معلوم کر لی، اس لحاظ سے ان کے نزدیک پروفیسر غفاری بہت اہمیت اختیار کر

گئے... اب ظاہر ہے... وہ ان سے ایٹمی پلانٹ کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور یہ بات ہمارے لیے بہت خوفناک ہے۔"

"اُف مالک! آپ نے تو مجھے خوف میں مبتلا کر دیا... اس سے زیادہ خوفناک بات اور ہو بھی کیا سکتی ہے... ویسے سر... بنیادی غلطی تو یہی تھی کہ انہیں پلانٹ دکھایا گیا... دشمن طاقتیں تو پہلے ہی ہمارے پلانٹ پر نظریں جمائے بیٹھی ہیں... ان کے لیے تو یہ سنہری موقع تھا۔"

"اب... اب کیا ہوگا جمشید۔"

"ہماری کوشش یہ ہوگی کہ وہ لوگ انہیں ملک سے باہر نہ لے جانے پائیں... ظاہر ہے... اس کام کے لیے وہ بحری جہاز استعمال کریں گے... ہوائی جہاز سے لے جانا تو ان کے لیے ممکن نہیں... رات سے پہلے اگر کسی بندرگاہ سے کوئی بحری جہاز روانہ نہیں ہوا تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا... لیکن اگر کوئی جہاز جا چکا ہے... تو بھی ہم ابھی اس پوزیشن میں ہیں کہ اسے روک سکیں... آپ فکر نہ کریں... ہم آج نہیں تو کل تک انشاء اللہ انہیں واپس لے آئیں گے۔"

''تم نے یہ کہہ کر میرا سیروں خون بڑھا دیا جمشید۔''

''بس سر! آپ دعا کریں۔''

اب انہوں نے فون بند کر دیا... اب انہوں نے فوری طور پر بندرگاہ کی صورتِ حال معلوم کی... معلوم ہوا... رات کوئی جہاز کسی ملک کے لیے روانہ نہیں ہوا... البتہ آج دوپہر سے پہلے ایک عدد مال بردار بحری جہاز انلانار روانہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے گھڑی پر وقت دیکھا اور پوچھا:

''اس کی روانگی کتنے بجے ہے۔''

''ٹھیک گیارہ بجے... تاہم بار برداری کا مسئلہ ایسا ہے، بعض اوقات جہاز لیٹ بھی ہو جاتا ہے... مثلاً سامان لانے والے ٹھیک وقت تک نہ لا سکیں... یا سامان ہی لیٹ پہنچے اور وہ بک بھی اسی جہاز کے لیے ہو، اس صورت میں جہاز کی روانگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

جہاز روانہ ہونے میں ابھی کئی گھنٹے تھے، لہٰذا اس لیے انہوں نے پہلے کمرے کا جائزہ لیا اور پروفیسر غفاری کے نائب سے بولے:

''فارغ خان محفوظ صاحب... ہمیں تو علم نہیں... لیکن آپ بتا سکتے ہیں۔''

''میں بتا سکتا ہوں... کیا؟''

''کمرے میں بکھری چیزیں... سب کی سب یہیں کی ہیں... میرا مطلب ہے... اغوا کرنے والوں میں سے تو کسی کی کوئی چیز نہیں ہے یہاں۔''

''اس نظر سے تو میں نے بھی نہیں دیکھا جناب۔'' فارغ خان محفوظ نے جلدی سے کہا۔

''تو اب دیکھ لیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' اس نے کہا اور ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا... آخر اس نے کہا:

''جہاں تک مجھے معلوم ہے... یہ بٹن کم از کم پروفیسر صاحب کا نہیں ہے... اس کا مطلب ہے، یہ اغوا کرنے والوں میں سے کسی کی قمیص کا ہے۔''

''بہت خوب!'' انسپکٹر جمشید نے جھک کر وہ بٹن اٹھا لیا۔

''ویسے ابا جان! ایک عجیب بات بھی ہے یہاں۔'' انہوں نے فرزانہ کی آواز سنی تو تینوں اس کی طرف متوجہ ہو

گئے۔

''یہ تو اچھی بات ہے فرزانہ... کیا ہے وہ بات۔''

''دھما چوکڑی کمرے میں بہت زیادہ مچی ہے... کیا پروفیسر غفاری اس وقت طاقتور تھے کہ ان کے قابو میں نہیں آ رہے تھے...''

''یہ تو ان کے نائب ہی بتا سکتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''انہیں بہت زیادہ طاقتور تو نہیں کہا جا سکتا... لیکن وہ اتنے کمزور بھی نہیں تھے۔'' فارغ خان محفوظ نے بتایا۔

''اچھا فرزانہ یہ بتاؤ... اغوا کرنے والے تھے کتنے۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''چار۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''حد ہو گئی... کیا تم غیب کا علم جانتی ہو۔'' فاروق جھلا اٹھا۔

''غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا... ایسی کوئی بات جب ہم لوگ کہتے ہیں تو اپنے اندازے اور مشاہدے کی بنیاد پر کہتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک فرزانہ... اور مجھے تمہارے اس اندازے سے اتفاق ہے...'' انہوں نے فوراً کہا۔

''لیکن کیسے ابا جان!'' محمود نے حیران ہو کر کہا... ''کیونکہ کمرے کی حالت سے یہ بات کسی طرح بھی ظاہر نہیں ہو رہی کہ اغوا کرنے والے چار عدد تھے۔''

''میں بھی یہی کہتا ہوں۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔'' فرزانہ ہنس دی۔

''بھئی غور کرو... غور۔''

''جی اچھا... اگر آپ کہتے ہیں تو کر لیتے ہیں غور۔''

دونوں نے غور سے کمرے کو دیکھا... پھر محمود نے چونک کر کہا:

''اوہ اچھا... اب بات سمجھ میں آئی... میز پر اس وقت پانچ گلاس موجود ہیں... گویا انہوں نے یہاں کوئی چیز پی تھی۔''

''بہت خوب!'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''لیکن ابا جان کیا یہ بات عجیب نہیں کہ وہ آئے تھے پروفیسر صاحب کو اغوا کرنے... اور بیٹھ گئے یہاں کچھ پینے۔''

http://www.paklinkplace.com

''شاید وہ شراب کے بہت عادی ہیں... شراب کی چھوٹی بوتل ہر وقت پاس رکھتے ہیں... یہاں بھی انہیں ضرورت محسوس ہوئی... ہم الماری میں شیشے کے مزید گلاس دیکھ سکتے ہیں... غالباً پروفیسر صاحب مہمانوں کے لیے اپنے کمرے میں ایسی چیزیں رکھتے ہیں... الماری میں ایسی اور بھی چیزیں موجود ہیں...'' یہ کہہ کر وہ ان گلاسوں کی طرف بڑھ گئے... ان کے پیندوں میں کوئی سیال لگا ہوا تھا... بہت ہلکی سی تہ جمی نظر آ رہی تھی... انہوں نے ایک گلاس کو اٹھا کر سونگھا... پھر بولے:

''اندازہ بالکل درست ہے... گلاس سے شراب کی بو آ رہی ہے...''

''تب پھر گلاس پانچ کیوں ہیں۔ کیا ہمارے پروفیسر بھی شراب پیتے ہیں۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''بھئی پروفیسر صاحب کا ایک گلاس تو میز پر پہلے سے موجود تھا... انہوں نے سوتے وقت کوئی چیز، دودھ یا پانی پیا ہوگا... یہ چار گلاس اغوا کرنے والوں نے نکالے ہوں گے...''

یہ کہہ کر انہوں نے باقی چاروں گلاسوں کو بھی سونگھ کر دیکھا:

''بالکل ٹھیک... ان میں سے ایک گلاس میں سے شراب کی

بو بالکل نہیں آ رہی... لہٰذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ چار تھے اور ان میں سے ایک کی قمیص کے بٹن ایسے ہیں۔''

''قمیص تو اس نے تبدیل کر لی ہوگی۔'' فاروق مسکرایا۔

''لگتا ہے... آج تم تفتیش کی گاڑی کو آگے نہیں بڑھنے دو گے۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''جہاں ابا جان موجود ہوں... وہاں تفتیش کی گاڑی کیسے رک سکتی ہے۔''

''خیر بھئی! یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔'' انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

ایک بار اور انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا... انسپکٹر جمشید نے کہا:

''اب سوال یہ ہے کہ وہ پروفیسر صاحب کو اغوا کر کے آخر کس طرف سے لے گئے کہ باہر موجود گارڈز کو پتا تک نہیں چلا۔''

''اس سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔'' فارغ خان محفوظ نے کہا۔

''فرمایئے۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

http://www.Paksociety.com

''تجربہ گاہ کے پچھلی طرف بھی ایک دروازہ ہے... وہ دروازہ ہمیشہ اندر سے بند رہتا ہے... لیکن اس کا تالا کھلا ملا ہے۔''

''اس طرف گارڈز کیوں نہیں ہوتے۔''

''اس طرف سے کوئی تجربہ گاہ میں داخل نہیں ہوسکتا... آپ خود چل کر دیکھ سکتے ہیں۔''

''تب پھر یہ چار حملہ آور کس طرح داخل ہو گئے؟''

''ابھی تک میں اس سوال کا جواب حاصل نہیں کر سکا... واپسی پر تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے پروفیسر صاحب سے گن پوائنٹ پر چابی حاصل کر لی ہوگی۔''

''ہوں... ہم ذرا اس پچھلے دروازے کو دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''آیئے۔'' اس نے کہا۔

وہ پچھلے حصے میں آئے... وہ دروازہ بہت مضبوط تھا... دیواریں بہت اونچی تھیں... دیوار بہت چوڑی تھی... واقعی اس طرف سے داخل ہونا آسان کام نہیں تھا...

اب وہ صدر دروازے پر آئے... وہاں گارڈز موجود

تھے۔

''رات کے وقت تو یہاں ڈیوٹی پر آپ لوگ نہیں رہے ہوں گے۔''

''جی... جی ہاں... رات والے اور ہیں۔''

''آپ کی ڈیوٹی کس وقت شروع ہوتی ہے۔''

''صبح سویرے سورج نکلنے کے ساتھ ہی...''

''آج جب آپ لوگ آئے تو رات والوں کو کس حالت میں پایا؟''

''وہ معمول کے مطابق کھڑے تھے۔''

''انہوں نے کوئی بات نہیں بتائی... اس قسم کی کہ رات کو کچھ لوگوں نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔''

''نن... انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی۔''

''فارغ خان صاحب... ان لوگوں سے بھی ملنا پڑے گا۔''

''وہ اپنے کوارٹرز میں ہوں گے... تجربہ گاہ کے پچھلی طرف ان کے کوارٹرز ہیں۔''

''اور وہ اندر کس راستے سے آتے ہیں۔''

http://www.Paksociety.com

''اسی صدر دروازے سے۔''

''بہت خوب... چلیے پھر۔''

اب وہ رات والے گارڈز کے پاس آئے... وہ چار تھے۔

''آپ کو یہ پتا چل چکا ہوگا کہ پروفیسر صاحب کو اغوا کرلیا گیا ہے۔''

''جی ہاں۔''

''پچھلا دروازہ درست حالت میں ملا ہے... یعنی اس طرف سے داخل ہونے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اب اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ اغوا کرنے والے صدر دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے۔''

''یہ بات تو ہم اب کہہ سکتے ہیں... یہ معلوم ہونے پر کہ پروفیسر صاحب کو اغوا کرلیا گیا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے اٹھے۔

''رات چار آدمی ان سے ملنے کے لیے آئے تھے... ہم نے انہیں بتا دیا کہ وہ نہیں مل سکتے... کیونکہ کسی کو بھی پروفیسر صاحب سے ملنے کی اجازت نہیں ہے... اس پر انہوں نے صدر

صاحب کا خصوصی اجازت نامہ دکھایا... اب ہم کیا کہتے... وہ اجازت نامہ اندر بھیج دیا... اور پروفیسر صاحب نے انہیں اندر بلا لیا۔''

''یہ ایک اور عجیب بات معلوم ہوگئی۔'' انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

''تب پھر پہلے اس بات کی تصدیق کرلی جائے۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے سر ہلا دیا اور صدر صاحب کے نمبر ملائے... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی:

''سر! ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے... بیرونی گیٹ پر پہرہ دینے والے چار اجازت نامے بتایا ہے کہ رات چار آدمی پروفیسر غفاری صاحب سے ملنے کے لیے آئے تھے۔ انہوں نے ان چاروں سے کہہ دیا کہ وہ ملاقات نہیں کر سکتے... اس کے لیے پہلے سے اجازت لینا پڑتی ہے... اور اجازت بھی صدر صاحب دیتے ہیں... اس پر انہوں نے کہا کہ ان کے پاس صدر صاحب کا اجازت نامہ ہے، یہ کہہ کر انہوں نے اجازت نامہ دکھایا گارڈز نے وہ اجازت نامہ اندر بھیج دیا اور

http://www.Paksociety.com

پروفیسر صاحب نے انہیں اندر بلا لیا۔"

"حیرت ہے... افسوس ہے... پروفیسر صاحب تو میرے دستخط اور مہر پہچانتے ہیں... وہ کیسے دھوکا کھا گئے۔"

"آج کل اصل کے عین مطابق نقل تیار کرنا کیا مشکل ہے سر... خیر... اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اندر کیسے داخل ہوئے... اب واپسی پر چونکہ انہیں پروفیسر صاحب کو ساتھ لے جانا تھا... اس لیے انہوں نے صدر دروازے کا استعمال نہیں کیا ... پروفیسر صاحب کو ساتھ لیا، ان سے چابی لی اور پچھلے دروازے سے نکل گئے... گویا اس طرح وہ نہایت آسانی سے پروفیسر صاحب کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اُف مالک... یہ تو لمبی چوڑی پلاننگ لگتی ہے جمشید۔"

"جی ہاں! اس منصوبے پر بہت پہلے سے کام شروع کر دیا گیا ہوگا... اور سر... سچی بات یہ ہے کہ پہلے میں اس کو ایک عام کیس سمجھا تھا... لیکن جب سے یہ دو باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ پروفیسر صاحب کو کالا زار نے اغوا کیا ہے اور دوسرے یہ کہ ایک دو دن پہلے ہی پروفیسر صاحب کو ایٹمی پلانٹ دکھایا گیا تھا، اس وقت سے میری سٹی گم ہو چکی ہے... اور اب ہم کسی تاخیر کے بغیر

بندرگاہ جا رہے ہیں... کیونکہ یہ لوگ پروفیسر صاحب کو اگر لے کر جائیں گے تو بحری جہاز سے، ہوائی جہاز سے لے جانا تو ممکن نہیں... بحری جہاز پر چونکہ بہت بڑے بڑے بکس لادے جاتے ہیں تو کسی ایک بکس میں چھپا کر لے جانا ان کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا... ہماری حدود سے نکل کر وہ انہیں بکس میں سے نکال لیں گے... لہٰذا ہم جا رہے ہیں سر۔"

"اچھی بات ہے جمشید... جلدی کرو... اللہ تمہیں کامیاب کرے اور تم بندرگاہ پر ہی انہیں برآمد کر لو... ورنہ میری تو جان پر بنی ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں... ہم انہیں بندرگاہ سے دور نہیں جانے دیں گے۔"

پھر وہ چاروں آندھی اور طوفان کی طرح بندرگاہ کی طرف روانہ ہوئے... جہاز کی روانگی میں ابھی پورا ایک گھنٹہ باقی تھا... اور ایک ہی گھنٹے کا راستہ تھا بندرگاہ تک کا... جس وقت وہ بندرگاہ پر پہنچے... جہاز سائرن دے رہا تھا گویا روانہ ہونے کے لیے بالکل تیار تھا اور بندرگاہ کا عملہ ساحل پر کھڑا الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا رہا تھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید دوڑ کر ان کے

پاس پہنچے اور پکارے:

''جہاز کی روانگی روک دی جائے۔''

''کیا مطلب؟'' بہت سی آوازیں ابھریں۔

''یہ صدر صاحب کا حکم ہے... پہلے اس کی تلاشی لی جائے گی اور پھر جانے کی اجازت دی جائے گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی...'' عملے کے ساتھ کھڑے آفیسر نے بڑا سا منہ بنایا۔

''مجبوری ہے... یہ حکم صدر صاحب کا ہے۔''

''ہم نہیں مانتے اس حکم کو... آپ ہیں کون جہاز کو روکنے والے..'' آفیسر نے بھنا کر کہا۔

''مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''کہتے ہوں گے... یہ جہاز اٹلانٹا کا ہے... اور اٹلانٹا انشارجہ کی ایک قریبی ریاست ہے.. انشارجہ کے زیر اثر ہی ہے... لہٰذا اس جہاز کو آپ لوگ نہیں روک سکتے... آپ کو اس کا حق حاصل نہیں...''

''ہمیں حق حاصل ہے... ہمارے ملک کے ایک بہت اہم آدمی کو اغوا کر کے اس جہاز پر لایا گیا ہے... صدر صاحب نے

ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انہیں اس جہاز سے ہر حال میں برآمد کریں۔''

''آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے... یہ صرف بار بردار جہاز ہے... مسافر جہاز تو یہ ہے ہی نہیں... اس پر صرف عملہ ہوگا یا پھر اٹلانٹا کے لیے لادا جانے والا سامان۔''

''ان سب باتوں کے باوجود ہم اس کی تلاشی لیں گے... آپ اگر ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالیں گے تو جرم کی مدد کرنے کے الزام میں آپ کو گرفتار کیا جائے گا۔''

''خیر... آپ ہمیں گرفتار تو کر نہیں سکتے... اور تلاشی بھی نہیں لے سکتے۔''

''آپ بلاوجہ بات کو بڑھا رہے ہیں... تلاشی دے دیں اور اپنا سفر جاری رکھیں... نہیں دیں گے تو جہاز کو روک لیا جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''میں کہہ چکا ہوں... آپ اس جہاز کو نہیں روک سکتے... نہ اس کی تلاشی لے سکتے ہیں... فون کرو بھئی... آفیسر نے جہاز کے عرشے پر کھڑے کپتان سے کہا... اب تک وہ اس بحث کو خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ آفیسر کی بات سن کر اس نے جیب سے

http://www.pakfunplace.com

موبائل نکالا اور کسی کے نمبر ڈائل کیے... پھر سلسلہ ملنے پر جلدی جلدی بات کی... آخر فون بند کر کے آفسر سے بولا:

''ہمارے ساتھی کا کہنا ہے... وہ ابھی ایک دو منٹ کے اندر جہاز کے روانہ ہو جانے کی اجازت دلوا دے گا۔''

''بہت خوب!''

پھر جلد ہی کپتان کے فون کی گھنٹی بجی:

☆☆☆☆☆

جہاز میں

اس نے فون پر بات سنی، پھر بولا:

''ابھی انسپکٹر جمشید کو ایک عدد فون موصول ہوگا اور یہ ہمیں جانے کی اجازت دیں گے۔'' اس کے لہجے میں طنز تھا:

''ایسا تو خیر نہیں ہوگا... تلاشی تو اس جہاز کی لی جائے گی۔''

ابھی انہوں نے یہ کہا ہی تھا کہ ان کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی... انہوں نے دیکھا دوسری طرف صدر صاحب تھے:

''جمشید! یہ تو بہت مشکل ہو گئی۔''

''پروفیسر صاحب کو ہوائی جہاز سے تو لے جایا ہی نہیں جا سکتا سر... کل سے اس وقت تک کوئی بحری جہاز بندرگاہ سے روانہ نہیں ہوا، لہٰذا ہمیں اس جہاز کی تلاشی لینا ہوگی۔''

http://www.pakfunplace.com

''دباؤ بڑا زبردست ہے جمشید... اب میں کیا کروں۔''

''وہی... جو اس موقعے پر ہم لوگ کیا کرتے ہیں سر۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''تمہارا مطلب ہے... میں اپنے تمام فون بند کر دوں۔''

''بالکل سر۔''

''بہت مشکل ہے جمشید... انشارجہ کے صدر تک نے فون کیا ہے کہ اس جہاز کو نہ روکا جائے۔''

''تب پھر اس کی ایک صورت ہے سر۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

''بہت خوب جمشید... اور وہ کیا ہے۔''

''یہ کہ جہاز بے شک روانہ ہو جائے... لیکن ہم جہاز پر ساتھ جائیں گے اور سفر کے دوران جہاز کی تلاشی لیں گے... اپنے کام سے فارغ ہونے پر ہم کسی ساحل پر اتر جائیں گے اور وہاں سے اپنے ملک لوٹ آئیں گے...''

''اور اگر تمہیں جہاز پر پروفیسر غفاری مل گئے تو کیا کرو گے جمشید۔'' صدر صاحب نے فکر مند ہو کر کہا۔

''اس صورت میں جہاز کو واپس لانا ہوگا تاکہ مجرموں کو

گرفتار کیا جا سکے۔''

''اس طرح اور الجھن پیش آئے گی۔''

''تب پھر آپ بتائیں ہم کیا کریں... اگر جہاز کو یونہی جانے دیا جائے تو ہم پروفیسر صاحب کو کبھی نہیں پائیں گے... لہٰذا سب سے بہتر حل یہی ہے کہ ہمیں یہیں اس کی تلاشی لینے دی جائے۔''

''انشارجہ کا صدر اڑ گیا ہے جمشید۔''

''تب پھر اس سے کہیں... ہم ساتھ سفر کریں گے... اگر پروفیسر صاحب مل گئے تو صرف انہیں واپس لے آئیں گے... اغوا کرنے والوں کے خلاف کارروائی انشارجہ خود کر لے۔'' انسپکٹر جمشید نے تنگ آ کر کہا۔

''اچھا جمشید! میں ان لوگوں کے سامنے یہ تجویز رکھتا ہوں... خود میں انشارجہ کے صدر سے رابطہ نہیں کروں گا... دیکھنا یہ ہے کہ یہ کیا کہتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک سر۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور فون بند کر دیا۔

''کیوں انسپکٹر جمشید کیا رہا۔'' ساحل پر کھڑے آفیسر نے

http://www.Paksociety.com

طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ابھی بات درمیان میں ہے... جو بات ہوگی... آپ کے سامنے آجائے گی۔''

''یہ تو عجیب الجھن آپڑی۔'' فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

''یہ سب ہمارے حکمرانوں کی کمزوریاں ہیں... جب ہمارے ملک میں سب کچھ پیدا ہوتا ہے تو آخر ہم انٹارجہ سے قرض کیوں لیتے ہیں... اپنے پاؤں پر کیوں کھڑے نہیں ہوتے ...اب ظاہر ہے... جن لوگوں سے قرض لیا جائے گا... ان کی بات بھی ماننا پڑے گی... ان کا دباؤ بھی قبول کرنا پڑے گا۔''

''اور اگر ہم پس جہاز کی تلاشی نہ لے سکے۔'' محمود بڑبڑایا۔

''یہ بہت بُرا ہوگا... اس صورت میں شاید ہم پروفیسر غفاری صاحب کو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔''

''اُف مالک! کس قدر خوفناک صورت حال ہے۔'' فاروق کانپ گیا... اور وہ مسکرانے لگے۔

''اب دیکھیں... کیا فیصلہ ہوتا ہے۔''

آخر پندرہ منٹ بعد ان کے فون کی گھنٹی بجی:

''جمشید! معاملہ ٹیڑھا ہوگیا۔''

''جی کیا مطلب؟''

''تم اس جہاز کو نہیں روک سکتے... نہ اس کی تلاشی لے سکتے ہو... میرا حکم ہے... فوری طور پر ساحل سے پیچھے ہٹنا شروع کردو۔''

''یس سر۔'' انہوں نے موت کی حد تک سنجیدہ لہجے میں کہا اور فوری طور پر الٹے قدموں ہٹنے لگے... یہ دیکھ کر ساحل پر کھڑے لوگ قہقہے لگانے لگے... ان کے ساتھ جہاز کے عرشے پر کھڑے لوگ بھی بلند آواز میں ہنسنے لگے...

''کیا ہوا جمشید صاحب...''

انسپکٹر جمشید خاموش رہے:

''ارے بھئی... بولنا بھی بند کردیا... کچھ تو بولو۔''

وہ اب بھی کچھ نہ بولے:

''ایسا بھی کیا... کچھ تو کہو۔'' کپتان نے بلند آواز میں کہا ... ساتھ ہی اس نے اپنے عملے سے کہا:

''لنگر اٹھا دو... انسپکٹر جمشید کو مات ہوگئی... ایسی مات جو زندگی میں انہیں کبھی نہیں ہوئی ہوگی... دیکھ نہیں رہے... یہ

http://www.pakistanipoint.com

اگلے قدموں پیچھے ہٹ رہے ہیں۔''

انہوں نے اب بھی کچھ نہ کہا... جہاز نے تین بار وسل دی اور روانہ ہوگیا۔ تب جا کر انسپکٹر جمشید رکے... اس وقت تک انہوں نے فون کان سے نہیں ہٹایا تھا... اب وہ بولے:

''ہم پیچھے ہٹ آئے ہیں سر... جہاز روانہ ہو چکا ہے... اب ہمارے لیے کیا حکم ہے...''

''بس تم واپس آجاؤ... یہ کہتے ہی صدر صاحب نے فون بند کر دیا، انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے اور صورت حال بتا کر بولے:

''ہم ساحل تک جیپ میں آئے ہیں سر۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تو پھر... یہ کیوں کہہ رہے ہو جمشید۔'' آئی جی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔

''سر... میں جیپ بندرگاہ کے باہر چھوڑے جا رہا ہوں... وہ کسی کو بھیج کر منگوالیں۔''

''کیا مطلب؟''

''سر! جیپ میں میری وردی بھی ہوگی۔''

''نہیں جمشید... ایسا نہ کرنا... یاد رکھو، اس صورت میں تمہاری حیثیت ایک عام شہری کی ہو جائے گی... اور تم قانون کی گرفت میں آجاؤ گے... کیونکہ تم صدر صاحب کا حکم نہیں مان رہے ہو... وہ بہتر جانتے ہیں... انہیں کیا کرنا ہے... کیا نہیں کرنا، ملک کے حق میں زیادہ بہتر کیا ہے... کیا نہیں۔''

''سر... کیا ہم پروفیسر غفاری صاحب کو ان کے ہاتھوں میں چلے جانے دیں... انہوں نے ہمارے ملک کے لیے خدمات انجام دیں اور ہم انہیں دشمن ملک کے حوالے کر دیں... یہ نہیں ہوگا سر۔''

''لیکن جمشید... تم کر بھی کیا سکتے ہو۔''

''جو کر سکوں گا... کروں گا سر۔''

''میں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔'' آئی جی بولے۔

''سوری سر۔'' یہ کہہ کر جمشید نے فون بند کر دیا... اور ساتھ ہی انہوں کسی اور کے نمبر ملائے۔ فون پر کسی سے بات کر کے انہوں نے اس کو بالکل ہی آف کر دیا۔

پھر جیپ میں تیزی سے روانہ ہوئے اور کچھ فاصلے پر ساحل سمندر پر آئے... وردی جیپ میں چھوڑی... لباس تبدیل کیا

http://www.Paksociety.com

... اور ان سے بولے:

''آؤ چلیں۔''

تینوں نے منہ سے ایک لفظ نہ کہا... ان کے پیچھے چلنے لگے ۔وہ جانتے تھے... اب وہ کسی کی نہیں سنیں گے. پھر انہوں نے سمندر میں ایک تیز رفتار موٹر بوٹ آتے دیکھی. حیرت انگیز طور پر موٹر بوٹ بے آواز تھی. جلد ہی وہ ان کے قریب آ کر رک گئی.. انسپکٹر جمشید ان تینوں کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی سوار ہو گئے۔ موٹر بوٹ میں نصب GPS سسٹم کے مونیٹر پر کچھ دیر نظریں جمائے رکھنے کے بعد انہوں نے ہاتھ اٹھا کر ایک طرف اشارہ کیا اور فوری طور پر موٹر بوٹ نہایت تیز رفتاری سے بتائی ہوئی سمت میں روانہ ہو گئی۔

اب وہ اس سمت میں آگے بڑھ رہے تھے... جس سمت میں جہاز گیا تھا... کافی دیر کے بعد انہیں جہاز نظر آنے لگا... درمیانی فاصلہ کافی زیادہ تھا... اور یہ فاصلہ انہوں نے خود قائم کیا تھا... تاکہ جہاز کے عرشے پر موجود لوگ انہیں دیکھ نہ سکیں:

اور پھر انہوں نے پانی میں چھلانگ لگا دی... تینوں نے ان کے پیچھے چھلانگیں لگا دیں... پانی میں کودنے سے پہلے انہوں نے

دیکھا کہ انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں ایک واٹر پروف ہینڈ بیگ بھی تھا جو ان کو بوٹ ڈرائیور نے دیا تھا۔ ان کے پانی میں اترتے ہی موٹر بوٹ پلٹ کر چند ہی لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئی.

''ہم اندھیرا ہونے تک تیریں گے... اس کے بعد جہاز کا رخ کریں گے۔''

''جی بہتر۔''

''تم ڈرتو نہیں رہے۔''

''بالکل نہیں ابا جان... آپ ہماری فکر نہ کریں۔''

''مجھے اس مرتبہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد یاد آ رہے ہیں... ہم انہیں ساتھ نہ لا سکے... دراصل میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم جہاز کو روک نہیں سکیں گے... اور تلاشی نہیں لے سکیں گے۔''

''خیر کوئی بات نہیں... اللہ مالک ہے۔'' محمود کی آواز پرسکون تھی۔

وہ تیرتے رہے... یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا... عرشے پر لائٹیں جل اٹھیں... اب انہوں نے اپنے رخ جہاز کی طرف کر لیے... ان کے صرف چہرے پانی سے باہر تھے... باقی

http://www.Pakistanipoint.com

دھڑ پانی میں تھے... اس طرح رات کی تاریکی میں کوئی انہیں نہیں دیکھ سکتا تھا...

آخر جہاز کے نزدیک آ گئے اور اس کے ساتھ ساتھ تیرنے لگے... اب ان کا رخ اس سمت میں تھا... جس میں کنڈے لگے ہوئے تھے... آخر انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں ایک کنڈا آ گیا... انہوں نے تینوں کو اشارہ کیا اور اوپر چڑھنے لگے... تاکہ وہ نچلے کنڈے کو پکڑ سکیں... اس طرح چاروں نے کنڈے پکڑ لیے۔ اب وہ اسی طرح لٹکے رہے... انہیں تیرنے سے نجات مل گئی تھی... کچھ دیر بعد... جب خوب اندھیرا ہو گیا تو وہ اوپر چڑھنے لگے... یہاں تک کہ عرشے کے نزدیک پہنچ گئے... انسپکٹر جمشید نے سر کو ابھارا تاکہ عرشے کی صورت حال کا جائزہ لے سکیں...

انہوں نے دیکھا... اس طرف عرشے پر کوئی نہیں تھا... البتہ دوسری سمت میں کچھ لوگ پہرے داروں کی طرف چوکس کھڑے نظر آئے۔ ان کی کمریں ان کی طرف تھیں... گویا وہ اس سمت میں دیکھ رہے تھے جس سمت میں جہاز جا رہا تھا... لہٰذا وہ آسانی سے عرشے پر آ گئے... بہت دیر تک تیرنے کے بعد

وہ تھک گئے تھے... اس لیے عرشے پر لمبے لیٹ کر تھکن اتارتے رہے... آخر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریب ہی انہیں سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... فوراً سیڑھیاں نیچے اتر گئے۔ اس طرح وہ عرشے پر کھڑے لوگوں کی نظروں سے بچ گئے... سیڑھیاں ختم ہوتے ہی عرشے سے نچلی منزل آ گئی... انہیں چاروں طرف کمرے نظر آئے... شاید یہ عملے کے کمرے تھے... ورنہ یہ مسافر جہاز نہیں تھا... مال بردار تھا... اور اس کا مطلب یہ تھا کہ اس سے نچلی منزل میں مال ہی مال لدا ہوا تھا... ایک کمرے کا دروازہ انہیں کھلا نظر آیا... وہ ایک دم اس میں داخل ہو گئے... انہوں نے دیکھا، کمرہ خالی تھا...

''یہاں کچھ دیر آرام کر لیتے ہیں... پھر دیکھیں گے کہ کیا کیا جا سکتا ہے۔''

''اور اگر کمرے کا مالک آ گیا۔'' فاروق نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس سے ملاقات کر لیں گے... تم فکر نہ کرو۔'' محمود مسکرایا۔

http://www.pakistanipoint.com

ایسے میں قدموں کی آواز ابھری... وہ خاموش ہو گئے... کوئی اس کمرے کے پاس سے گزر کر آگے چلا گیا:

''فی الحال تو خطرہ ٹل گیا۔'' فاروق نے اطمینان کا سانس لیا۔

''ہمارے کپڑے گیلے ہیں... اگر یہاں سے کپڑے مل جاتے ہیں تو تبدیل کر لیتے ہیں۔''

انہوں نے سر ہلا دیے... پہلے کپڑے تلاش کیے گئے... وہاں صرف مردانہ کپڑے مل سکے... انہوں نے باری باری کمرے سے باہر نکل کر دوسرے کو کپڑے تبدیل کرنے کا موقع دیا... اس طرح چاروں کے کپڑے تبدیل ہو گئے... اب فرزانہ بھی مردانہ کپڑوں میں تھی... اور یہ کپڑے اس کے قد سے کافی بڑے تھے۔ یہی حال محمود اور فاروق کا تھا اور عجیب سے لگ رہے تھے... انسپکٹر جمشید انہیں دیکھ کر مسکرائے... اپنے کپڑے انہوں نے ادھر ادھر پھیلا دیے تھے... اور ایک بار پھر لیٹ گئے:

ایسے میں ایک بار پھر انہوں نے قدموں کی آواز سنی۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے... پھر ان کے کمرے کا دروازہ کھلا اور

ایک آدمی اندر داخل ہوا، پھر وہ بڑی طرح اچھلا... اس کی آنکھیں خوف کی وجہ سے پھیل گئیں... ایسے میں محمود بجلی کی تیزی سے حرکت میں آیا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا... وہ چونک کر دروازے کی طرف مڑا:

''یہ... یہ کیا... تم لوگ کون ہو۔'' اس کی آواز نیچی تھی۔

''جب یہ جہاز روانہ ہوا، اس وقت تم کہاں تھے۔''

''یہیں تھا... سو رہا تھا۔''

''تب تم پوچھ سکتے ہو کہ ہم کون ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''اوہو... تم کون ہو؟''

''آپ ہمیں بن بلائے مہمان کہہ لیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''لگتا ہے... تم لوگ چوری چھپے جہاز میں سوار ہو گئے ہو... لیکن تم سے غلطی ہوئی... یہ مسافر جہاز نہیں ہے... مال بردار ہے... یہ تو ایک بندرگاہ پر سامان اتارے ہے... وہاں سے مال لاتا ہے... اور روانہ ہو جاتا ہے... اسی طرح بندرگاہ سے بندرگاہ اس کی منزل ہے... لہٰذا تم تو پھنس گئے۔''

''آپ ہماری فکر نہ کریں... اور یہ بتائیں... مال کون سی منزل پر ہے۔''

http://www.pakistanipoint.com

''کیوں؟'' وہ چونکا۔

''ہمارے ایک ساتھی کو اغوا کر کے اس جہاز پر لایا گیا ہے۔''

''یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... یہاں کسی کو اغوا کر کے بھلا کہاں رکھا جا سکتا ہے... جہاز کا کپتان ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا۔''

''اس کے باوجود ایسا ہو چکا ہے... اور ہم اپنے ساتھی کی تلاش میں یہاں آئے ہیں... اگر آپ ہماری مدد کر دیں تو ہم آپ کو اس مدد کے سلسلے میں اچھی بھلی رقم دے سکتے ہیں۔''

''نا بابا... میں جہاز کا ایک عدد ملازم ہوں اور ہوں بھی مزدور... میری ملازمت کے پیچھے نہ پڑیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے... ہم آپ کو اس کمرے میں باندھ کر ڈال دیتے ہیں... اس صورت میں یہ کمرہ ہمارے کام بھی آئے گا اور آپ کے کام بھی... اور آپ کی ملازمت پر کوئی حرف بھی نہیں آئے گا... آپ اپنے افسر سے کہہ دیجیے گا آپ کو تو ہم لوگوں نے باندھ کر ڈال دیا تھا۔''

''کیا مطلب... کیا آپ اس حد تک جا سکتے ہیں۔''

''جانے کو تو ہم نہ جانے کس حد تک جا سکتے ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''کیا مطلب... آپ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''آپ کا گلا گھونٹ کر آپ کو سمندر میں گرا دیں گے۔''

''ہاہاہا... اور اس طرح خود بھی پکڑے جائیں گے۔''

''ہم یہاں تک آ گئے اور پکڑے نہیں گئے... یہ بات ذہن میں رکھ کر بات کریں۔'' محمود نے آنکھیں نکالیں۔

''اوہ ہاں! یہ تو خیر ہے...'' اس نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

''اب آپ سوچ لیں... آپ کیا پسند کرتے ہیں... ویسے ہمارا خیال ہے کہ آپکے چہرے کے نقوش چینی ہیں۔''

''ہاں! اس جہاز پر جتنے بھی مزدور ہیں... ایشیائی اور افریقی ہیں... کپتان اور عملے کے لوگ یورپ اور انشاجہ کے ہیں ص۔''

''خوب! چینی ہونے کے ناطے آپ کو ہم سے ہمدردی ہونی چاہیے۔''

''خیر... میں آپ سے ہمدردی کر سکتا ہوں، لیکن اپنی

http://www.Paksociety.com

ملازمت کو خطرے میں بھی نہیں ڈال سکتا۔'' اس نے کہا۔

''آپ ہیں کس ملک کے۔''

''میں انڈونیکا کا ہوں، میرا نام سوان تنگ ہے۔''

''ہم آپ کو انڈونیکا میں اس سے اچھی ملازمت دلوا دیں گے۔''

''کیا کہا؟'' وہ حیران رہ گیا۔

''کیوں... یہ کیا مشکل ہے۔''

''دراصل انڈونیکا میں مجھ سے ایک جرم سرزد ہو گیا تھا... اس لیے میں وہاں نہیں جاتا... پولیس مجھے پکڑ لے گی... جرم نادانستہ ہوا تھا... میں نے ارادۃً نہیں کیا تھا۔''

''اور... وہ جرم کیا تھا۔''

''ایک شخص کو بچانے کے چکر میں مجھ سے ایک دوسرے آدمی کا قتل ہو گیا تھا۔''

''ہم یہ جرم بھی ختم کروا دیں گے... اگر واقعی ایسا ہوا تھا۔''

''آخر آپ کیا کیا کرائیں گے میرے لیے... اور کیوں۔''

''اس لیے کہ ہمیں اپنے ساتھی کو جہاز کی نچلی منزل میں تلاش

کرنا ہے... ظاہر ہے اسے کسی بڑے بکس میں بند کر کے لایا گیا ہے... ہوا کے لیے اس میں سوراخ رکھے گئے ہوں گے... ایک پورے جہاز کے مال کو چیک کرنا آسان کام تو نہیں ہے... اس میں بہت وقت لگے گا اور ایسا ہم آپ کی مدد سے کر سکیں گے... آپ ہمیں جہاز کے عملے کے معمولات بتائیں گے... وہ کس وقت کیا کرتے ہیں اور یہ کہ ہم کس وقت اپنا کام کر سکتے ہیں... یا کتنے بجے سے کتنے بجے تک اپنے کام میں مصروف رہ سکتے ہیں۔''

''ہوں... آپ ٹھیک کہتے ہیں... خیر آپ مجھ سے دعوے بہت بڑے کر رہے ہیں... لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ کا کام ہو جائے تو آپ مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر دیں۔''

''ایسا نہیں ہوگا... آپ ابھی ہمیں نہیں جانتے... آپ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ آخر اپنے ساتھی کی تلاش میں ہم اس جہاز پر کیسے آ گئے... آپ کے کمرے میں کیسے آ گئے۔''

''یہ سب باتیں میرے لیے حیرت انگیز ہیں... میں مانتا ہوں... یہ انوکھا کام ہے جو آپ نے کیا ہے... خیر میں آپ کی مدد کروں گا... آپ کو تمام معلومات دوں گا... بدلے میں آپ

http://www.Pakistanipoint.com

سے کچھ نہیں چاہوں گا... صرف اتنا چاہوں گا کہ کم از کم میری یہ ملازمت خطرے میں نہ پڑے۔"

"ٹھیک ہے... ہم وعدہ کرتے ہیں۔"

پھر انہوں نے اس سے ہاتھ ملایا... اس کے بعد وہ دبی آواز میں جہاز کے بارے میں معلومات دیتا رہا... اور وہ نوٹ کرتے چلے گئے... پھر انسپکٹر جمشید نے اس سے کہا:

"آپ اپنے کپڑے مجھے دے دیں... میں آپ کو اپنے کپڑے دے دیتا ہوں... اب چند دن تک آپ کی جگہ جہاز میں میں کام کروں گا۔"

"یہ... یہ کیسے ہوگا... اس طرح تو آپ پکڑے جائیں گے... اور میں بھی آپ کے ساتھ مارا جاؤں گا۔"

"نہیں... ایسا بھی نہیں ہوگا انشاء اللہ۔"

"آخر کیسے... میرے ساتھی فوراً جان لیں گے کہ میرے لباس میں کوئی اور ہے... آخر وہ مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں... میری آواز پہچانتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں... یہ ہمارا کام ہے... آپ کا نہیں۔" انہوں نے اس کی آواز میں کہا۔ وہ اپنی آواز سن کر بڑی طرح

اچھلا۔

"ارے! یہ کیا... آپ کے منہ سے تو بالکل میری آواز نکلی ہے۔"

"ابھی تھوڑی دیر بعد میرا چہرہ بھی آپ کا چہرہ نظر آئے گا۔"

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"بس دیکھتے جائیں۔"

اور پھر انسپکٹر جمشید نے وہ بیگ کھولا جو انہوں نے بوٹ ڈرائیور سے لیا تھا اور اس میں سے میک اپ کا سامان نکالا... اپنے چہرے پر اس کا میک اپ کر لیا... اب تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں:

"اُف مالک! آپ تو بالکل مجھ جیسے نظر آ رہے ہیں۔"

"اب بتائیں... کیا آپ کے ساتھی مزدور مجھے دیکھ کر شک میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں... ہرگز نہیں... تاہم میری عادات وغیرہ کا بغور جائزہ لینے کے بعد کسی کا شک میں مبتلا ہونا عین ممکن ہے۔"

"نہیں! یہ بھی نہیں ہوگا... میں برابر آپ کی حرکات کو نوٹ

http://www.pklibrary.com

کر رہا ہوں... یعنی آپ کس طرح ہاتھ ہلاتے ہیں... کیسے مسکراتے ہیں... چہرے کو حرکت کس طرح دیتے ہیں۔ دوسروں کی طرف دیکھتے ہوئے چہرے پر کس کس طرح کے تاثرات ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ... اب میں آپ کی ہر حرکت نقل کر کے دکھاتا ہوں۔''

اور انہوں نے اپنی حرکات اسے دکھائیں۔ اس کی حیرت کا کیا پوچھنا... آخر اس کے منہ سے نکلا۔

''آپ... آخر ہیں کیا چیز۔''

''انسان!'' فاروق بولا۔

اس نے ایک نظر فاروق پر ڈالی... پھر ہنس دیا... آخر اس نے کہا:

''آپ لوگوں کو دوست بنانے کو جی چاہتا ہے۔''

''بس تو پھر ہم آج سے دوست ہیں اور ہم مرتے دم تک اس دوستی کو نبھائیں گے... آپ ہمارا ساتھ دیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے کہا... پھر تفصیل بتانے لگا۔

''آپ پچھلی منزل کی تلاشی رات گیارہ بجے کے بعد شروع کر سکتے ہیں... اس وقت تک سب لوگ اوپر والی منزل پر سو

چکے ہوتے ہیں۔ ہاؤ ہو مچا کر یہ لوگ اس قدر تھک جاتے ہیں کہ دوسرے دن دس بجے سے پہلے کسی کو اٹھنا نصیب نہیں ہوتا... لہٰذا آپ رات بارہ بجے سے لے کر اگلے دن صبح سویرے تک تو بالکل بے فکری سے تلاشی لے سکتے ہیں...''

''بہت خوب! ہمارے لیے یہ بہت وقت ہے اور امید ہے، ہم چند دن میں اپنا کام مکمل کر لیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ایک مسئلہ ضرور ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''آپ لوگوں کے کھانے کا کیا بنے گا... کھانے کے معاملے میں جہاز کا کپتان بہت زیادہ سخت ہے۔ ہر مزدور کو نپا تلا کھانا ملتا ہے... اس سے زیادہ ہرگز نہیں ملتا... وہ میرے لیے ہی کافی ہوتا ہے، اس میں اگر آپ چار کو شامل کیا گیا تو سب بھوکے رہیں گے۔''

''اس مسئلے کا حل ہم خود تلاش کر لیں گے... آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... آپ کے حصے کا کھانا آپ کو مل جایا کرے گا۔''

''اچھی بات ہے۔''

http://www.paktunplace.com

اور پھر انہوں نے اسی رات پروفیسر غفاری کی تلاش شروع کر دی... جہاز کے نچلے سارے حصے میں مال کے بڑے بڑے کنٹینر اور بکس اوپر تلے رکھے گئے تھے... ان میں لکڑی کے بھی تھے اور لوہے کے بھی... وہ ایک ایک بکس کو ٹھوک بجا کر آگے بڑھتے چلے گئے... ان کا خیال تھا... جس بکس میں پروفیسر غفاری کو چھپایا گیا ہے... وہ ٹھوکنے بجانے کی آواز سن کر اندر سے آواز ضرور پیدا کریں گے... اور اس طرح انہیں پتا چل جائے گا... ان کا یہ کام انتہائی مشکل تھا... لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے... مجبور تھے۔ اس طرح دن نکل آیا اور پھر رات ان کے لیے ناکامی کا پیغام لے کر آئی... مسلسل محنت نے انہیں تھکا بھی دیا تھا اور ان کی بھوک بھی چمک اٹھی تھی۔ ابھی وہ سوچ رہے تھے کہ بھوک کے سلسلے میں کیا کیا جائے... کہ جہاز پر الارم بجنے لگا... انہوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... سوائے تنگ اس وقت کمرے میں نہیں تھا... غالباً ناشتا لینے گیا تھا... عین اسی وقت وہ گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا... اس کے ہاتھوں میں ناشتا تھا۔

''کیا بات ہے... خیر تو ہے۔''

''پتا نہیں... یہ الارم خطرے کا ہے... اس کو سنتے ہی سب کو عرشے پر جانا ہوتا ہے۔''

''تو آپ جائیں...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''اور آپ؟'' وہ بولا۔

''ہم عرشے پر نہیں جا سکتے... میں جاؤں گا تو آپ نہیں جا سکتے... اور یہ تینوں تو ویسے بھی نہیں جا سکتے۔''

''تب پھر میں جاتا ہوں... واپس آ کر آپ کو بتاؤں گا کہ کیا مسئلہ ہے۔'' اس نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

''آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... جہاز پر حالات کچھ بھی ہوں... ہم آپ کی مدد کریں گے۔''

''آپ تو... دوستو! اپنی مدد نہیں کر سکیں گے... بہر حال میں جا رہا ہوں... اللہ مالک ہے۔''

''ٹھیک ہے، آپ دروازہ باہر سے بند کر کے جائیں، لیکن لاک نہ لگائیں تاکہ ضرورت پڑنے پر ہم باہر آ سکیں۔'' اور وہ کمرے سے نکل گیا...

پندرہ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی... اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا... اندر آتے ہی اس نے دروازہ بند کر لیا...

http://www.pakistanipoint.com

پھر بولا:

''انہیں معلوم ہوگیا ہے کہ چار افراد جہاز پر سوار ہوئے ہیں... جب کہ ان کا جہاز سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ ان کے ارادے خطرناک ہیں... وہ جہاز کو یا جہاز کے عملے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں لہٰذا۔'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''لہٰذا کیا۔''

''لہٰذا... پہلا حکم یہ ہے کہ وہ چاروں خود ہی سامنے آ جائیں... ورنہ ان کی تلاشی شروع کر دی جائے گی... اور جس کے پاس سے وہ ملے... انہیں بھی وہی سزا دی جائے گی جو ان چاروں کو۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''تب پھر... آپ نے کیا سوچا ہے۔''

''میں عرشے پر جا رہا ہوں... آپ کو جو کرنا ہے... کریں۔''

''ٹھیک ہے... آپ چلیں... آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''آپ نے میری شکل صورت اپنا لی ہے... میں فکر مند

کیوں نہ ہوں... آپ پکڑے جائیں گے تو میری بھی تو شامت آئے گی۔''

''نہیں آئے گی... یہ لیں... میں نے میک اپ ختم کر دیا ہے۔''

فوراً ہی وہ اپنی اصل شکل میں نظر آ گئے... سوان تنگ ایک بار پھر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا... ساتھ ہی اس کی پریشانی گویا پرلگا کر اڑ گئی... وہ مسکرا دیا اور بولا:

''اس میں شک نہیں کہ آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔''

''شکریہ! آپ فوراً عرشے پر پہنچ جائیں... ہم بعد میں آئیں گے، کیونکہ اس وقت تو دوسرے لوگ بھی اپنے کمروں سے نکل رہے ہوں... اس لیے ہم سب سے آخر میں نکلیں گے۔''

''بہت بہت شکریہ!''

اور پھر وہ تیر کی طرح کمرے سے نکل گیا:

''اور اگر ہم عرشے پر نہ جائیں... تو کیا حرج ہے۔'' فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''اب جب کہ انہیں یہ معلوم ہوگیا ہے کہ جہاز پر چار افراد

http://www.Paksociety.com

غیر قانونی طور پر سوار ہوئے ہیں اور کہیں چھپے ہوئے ہیں تو وہ بھلا چین سے کہاں بیٹھیں گے... ایک ایک کمرے اور جہاز کے ایک ایک حصے کی تلاشی لیں گے تو اس سے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم خود ہی عرشے پر چلے جائیں۔''

''ٹھیک ہے ابا جان۔'' محمود اور فاروق نے ایک ساتھ کہا۔

پھر جب انہوں نے دروازے کی جھری میں سے دیکھ لیا کہ اب کوئی اور نہیں جا رہا تو وہ بھی باہر نکل آئے اور سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ عرشے پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا... عرشے کے صرف ایک حصے میں دو سو کے قریب افراد کھڑے نظر آئے... اور عرشے کا وہ حصہ ان سے کافی فاصلے پر تھا... چنانچہ انہیں فوراً ہی دیکھ لیا گیا:

''وہ رہے چاروں... تلاش کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی...'' کسی نے پکار کر کہا۔

''ارے! یہ تو وہی ہیں...'' کپتان کی آواز پورے جہاز پر گونج اٹھی۔

''اس میں شک نہیں کہ ہم وہی ہیں...'' انسپکٹر جمشید

مسکرائے۔

''تب تم بڑے پھنسے۔''

''یہ نہ کہیں کپتان انکل... ہم جب پھنستے ہیں... اللہ کی مہربانی سے اچھے پھنستے ہیں۔'' فاروق نے ہانک لگائی۔

''تم لوگ تو بہت چھپے رستم نکلے۔'' کپتان ہنسا۔

''بس جی... کیا بتائیں... چھپے رستم بننے کا شوق ہی ایسا ہے...'' فاروق نے منہ بنایا۔

اور پھر وہ ان کے نزدیک آ گئے:

''ہاں! یہ وہی ہیں... کہو دوستو... کیا پروگرام ہے۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی کپتان ان کے سامنے آ گیا... لیکن درمیانی فاصلہ کافی تھا... وہ چھلانگ لگا کر اس پر حملہ نہیں کر سکتے تھے... دوسرے یہ کہ اب چاروں طرف سے ان پر رائفلیں تانی جا چکی تھیں۔

''تم لوگ ایک نظر چاروں طرف دیکھ لو... تاکہ تمہارا اطمینان ہو جائے۔'' کپتان کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

''ہم اپنا اطمینان پہلے ہی کر چکے ہیں۔'' محمود نے بڑا سا منہ بنایا۔

http://www.pakistanipoint.com

''اچھا خیر... اب تم بتاؤ... تم کیا چاہتے ہو۔''

''ہمارا دعویٰ ہے... اس جہاز پر ہمارے ملک کے مشہور سائنسدان پروفیسر غفاری کو اغوا کر کے لے جایا جا رہا ہے... انہیں ہمارے حوالے کر دیں... اور بس۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی کوئی وزنی چیز ان کی طرف آئی:

☆☆☆☆☆

مقابلہ

وہ کوئی لوہے کا ٹکڑا تھا... شاید لوہے کی زنجیر سے الگ ہو گیا تھا... کسی من چلے نے اٹھا کر ان کی طرف پھینک دیا... انہوں نے نہایت آسانی سے خود کو اس سے بچا لیا۔ پھر انسپکٹر جمشید غرائے:

''یہ حرکت کس کی تھی... سامنے آئے۔''

''ہاہاہا... یہ لو آ گیا سامنے۔ بگاڑ لو... میرا کیا بگاڑتے ہو۔'' ایک پہلوان نما شخص نے آگے آتے ہوئے کہا۔ اس کا ڈیل ڈول دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔

''یہ کون صاحب ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہمارے جہاز کے نامی گرامی جنگ جو تو مو... لڑو گے ان

http://www.pakfunplace.com

سے۔'' کپتان نے ہنس کر کہا۔

''بلاوجہ کیا لڑنا... کوئی انعام وانعام مقرر کر دیں... پھر دیکھیں ہم ان موٹے صاحب سے لڑتے ہیں یا نہیں۔''

''اے خبردار... جو مجھے موٹا کہا... ورنہ اس بار لوہے کا ٹکڑا سر پر وصول کرتے نظر آؤ گے... پہلی بار تو میں نے بہت آہستہ انداز میں پھینکا تھا۔''

''اچھا موٹے بھائی... اب نہیں کہیں گے...'' محمود مسکرایا۔

''آپ نے سنا باس... اب میں نہیں رک سکتا... آپ کہیں گے تو تب بھی نہیں رکوں گا۔''

''کہہ کون رہا ہے... رکنے کو بھاڑ... جا کر ان کی چٹنی بنا دو... میں تو خود یہ چاہتا ہوں... تم نہ رکو۔''

''ہاہاہا! یہ ہوئی نا بات۔'' وہ ہنسا اور پھر ایک لمبی چھلانگ لگا کر ان کے عین نزدیک آ گیا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

''یہ انصاف نہیں۔''

''سن لیا باس! اب یہ ناانصافی کی بات لے آئے۔''

''کس ناانصافی کی طرف اشارہ ہے مسٹر۔'' کپتان نے منہ

بنایا۔

''ہم اس وقت ایک بحری جہاز پر ہیں، ظاہر ہے... اس سے بھاگ کر فرار تو ہو نہیں سکتے... لہٰذا مقابلے کے دوران چاروں طرف رائفلوں کا تنا ہونا، انصاف نہیں... ایک طرف تو آپ کے پہلوان بڑے دعوے کر رہے ہیں... دوسری طرف ہم پر رائفلیں تنی ہیں... کیا اسے انصاف کہا جا سکتا ہے۔''

''نہیں! یہ واقعی انصاف نہیں... لو میں انصاف کا تقاضا پورا کیے دیتا ہوں۔''

''تم لوگ چاروں طرف سے ہٹ جاؤ۔'' ایک طرف کھڑے ہو جاؤ... رائفلیں نیچے کر لو۔''

انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی:

''بس ہو گیا... تقاضا پورا۔'' قومو ہنسا۔

''ہاں! ہو گیا... چلو آؤ... تم بھی کیا یاد کرو گے۔'' انسپکٹر جمشید نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔

''ہارنے کی صورت میں ان کی سزا کیا ہے باس۔'' قومو نے کپتان کی طرف دیکھا۔

''اگر یہ ہارنے کے ساتھ زندہ بچ گئے... تو ان کے لیے

قباما جزیرہ ہی مناسب رہے گا... اپنی باقی ماندہ زندگی وہاں بسر کریں گے۔"

"واہ واہ... بہت شان دار سزا ہے... مزہ رہے گا۔" اس نے زبردست خوشی کا اظہار کیا۔

"مسٹر قومو نے جس قدر خوشی کا اظہار کیا ہے... اس کو دیکھ کر میرا جی بے تحاشہ چاہنے لگا ہے کہ اس جزیرے کو دیکھ لیں۔" فاروق ہنسا۔

"بس تو پھر لڑائی کا فیصلہ کچھ بھی ہو... ہم تمہیں اس جزیرے پر چھوڑ دیں گے۔"

"کوئی پروا نہیں... ہم اپنے ساتھی پروفیسر صاحب کی تلاش میں نکلے ہیں... بس اتنا بتا دیں... کیا وہ اسی جہاز پر ہیں۔"

"اگر کمپنی کے مال میں انہیں چھپا کر جہاز میں پہنچایا گیا ہے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" کپتان نے فوراً کہا۔

"ہوں خیر... ہم خود ہی انہیں تلاش کر لیں گے... بس آپ ہمیں تلاش کرنے کی اجازت دے دیں۔"

"تم لوگ انہیں جزیرے قباما پر تلاش کرتے رہنا... ہم نہیں

روکیں گے۔" کپتان بولا۔

اس کی بات پر عرشے پر کھڑے سبھی لوگ زور زور سے ہنسنے لگے... ایسے میں اچانک قومو اچھلا اور انسپکٹر جمشید سے ٹکرا گیا... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اس طرح دھوکے سے حملہ کرے گا... وہ اس کی لپیٹ میں پوری طرح آ گئے... اور ایک مستول سے ٹکرائے... ان کے سر پر شدید چوٹ آئی... زبردست قسم کا چکر آیا اور وہ گرتے چلے گئے۔

"بہت خوب قومو... ایک ہی وار میں دشمن کو زمین دکھا دینا کوئی تم سے سیکھے۔" کپتان نے اس کی تعریف کی۔

دوسری طرف محمود، فاروق اور فرزانہ کی سٹی گم ہو گئی:

"لیکن باس! انہوں نے تو یہ سب آپ سے سیکھا ہے۔"

"چلو چلو... باتیں نہ بناؤ۔" ان تینوں کو بھی لمبا لٹا دو۔"

"او کے باس۔" یہ کہتے ہی وہ ان کی طرف بڑھا۔

تینوں اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے... محمود نے سپاٹ لہجے میں کہا:

"ترکیب نمبر 13۔"

"ساتھ میں چودہ بھی استعمال کر لینا۔" قومو ہنسا۔

http://www.pakfunplace.com

وہ اس کے تین طرف ہو گئے... تاکہ مختلف سمت سے حملہ کر سکیں۔ ان کے ارادے کو بھانپ کر اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور شوخ لہجے میں بولا:

''آؤ آؤ... میں تم سے وعدہ کرتا ہوں... تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، تم جس طرح سے چاہو، حملہ کر سکتے ہو... بس چاقو یا پستول استعمال نہ کرنا... اگر ایسا کوئی ہتھیار استعمال کرو گے تو اس صورت میں میں ہاتھ بھی ہلاؤں گا اور پیر بھی۔''

''ٹھیک ہے... ہم صرف ہاتھوں اور پیروں سے مقابلہ کریں گے۔'' محمود نے کہا۔

''بہت خوب!''

اب جب کہ اس نے اعلان کر دیا تھا تو انہیں اس کی طرف سے حملہ کرنے کا خطرہ نہیں رہ گیا تھا... چنانچہ وہ سیدھے اس کی طرف آئے اور سروں کی ٹکریں اسے دے ماریں...

تینوں کے منہ سے زوردار چیخیں نکل گئیں... انہیں یوں لگا جیسے انہوں نے کسی چٹان سے سر ٹکرا دیے ہوں... دوسرے ہی لمحے وہ گرتے چلے گئے... انہیں کچھ ہوش نہ رہا... تاہم بے ہوش ہونے سے پہلے انہوں نے کپتان اور جہاز کے عملے کے

قہقہے ضرور سنے۔

وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے خود کو ایک پنجرے میں بند پایا، پنجرہ بہت بڑا تھا... اس کی سلاخیں بہت موٹی تھیں اور شاید وہ جہاز کے نچلے حصے میں تھا... ان کے جوتے اتار لیے گئے تھے... اور جیبوں میں بھی کوئی چیز نہیں رہنے دی گئی تھی... ایسے میں انہوں نے قدموں کی آہٹ سنی... انہوں نے دیکھا... کپتان سیڑھیاں اتر رہا تھا... پھر وہ پنجرے کے پاس آ کر رک گیا۔

''انسپکٹر جمشید... اب ہم تمہیں اسی طرح اپنے ملک لے کر جائیں گے... تم ہمارے قیدی ہو... تم نے جہاز پر سوار ہو کر ہمارے قانون کی خلاف ورزی کی ہے... اب رہ گئی بات پروفیسر غفاری کی... وہ بھی اسی جہاز پر ہیں... ان کے بارے میں ہمیں ہدایات ملی تھیں... ہماری حکومت انہیں اپنے ملک میں دیکھنے کی خواہش مند ہے... لہٰذا ہم انہیں لے جا رہے ہیں... آپ انہیں چھڑا کر لے جا سکتے ہیں تو لے جائیں، ہماری طرف سے اجازت ہی اجازت ہے۔''

''ٹھیک ہے... ہمارا بس چلا تو ہم ایسا ضرور کریں گے... ویسے پروفیسر غفاری صاحب ہیں کہاں۔''

http://www.Paksociety.com

''ہوں گے کسی بکس میں... یہ بات مجھے بھی نہیں بتائی گئی... اٹلانٹا کے ساحل پر جو لوگ انہیں لینے کے لیے آئیں گے ... انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کس بکس میں ہیں۔''

''کیا وہ ایک بکس میں اتنے دن تک رہنے کی وجہ سے دم گھٹ کر مر نہیں جائیں گے۔''

''نہیں... مجھے بتایا گیا ہے کہ بکس ہوادار ہے... اور اندر سے جدید طرز کا ہے، اس میں ان کی ضروریات کی چیزیں بھی ہیں۔''

''ضروریات کی چیزوں کے علاوہ بھی انسان کے ساتھ کچھ مجبوریاں ہیں۔''

اس سوال پر وہ نظریں چرانے لگا۔

''میں سمجھ گیا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا سمجھ گئے۔'' کپتان کے لہجے میں الجھن تھی۔

''یہ کہ پروفیسر صاحب کو کسی بکس میں نہیں... کسی کمرے میں رکھا گیا ہے۔''

''لیکن تم اس کمرے تک نہیں پہنچ سکو گے... پنجرے کی سلاخیں تمہارے راستے کی دیوار بن چکی ہیں... تم کسی طرح

اس دیوار کو توڑ بھی دو... تب بھی پروفیسر کو تلاش نہیں کر سکو گے۔''

''اللہ مالک ہے۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور کپتان طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے جانے کے لیے مڑ گیا:

''اٹلانٹا کا سفر کتنے دن کا ہے۔''

''تیرہ دن کا ہے۔''

اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا... کیونکہ بحری جہاز پر ایک بند پنجرے میں تیرہ دن گزرنا آسان بھی نہیں تھا... انہوں نے دیکھا کپتان سڑھیاں چڑھتا چلا جا رہا تھا... انہیں اپنے دل بیٹھتے محسوس ہونے لگے...

''تیرہ دن۔'' فاروق کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

''اللہ کو یاد کرو... اللہ تعالیٰ کوئی سبیل بنا دیں گے نکلنے کی۔''

اور وہ اللہ کا ذکر کرنے لگے... ایسے میں فرزانہ بولی۔

''آخر انہیں... ہمیں ضرورت کے تحت پنجرے سے نکالنا تو پڑے گا۔''

http://www.pakurdu.com

''ہاں کیوں نہیں... ہم انشاء اللہ موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے۔'' انسپکٹر جمشید اداس انداز میں مسکرائے۔

وہ رات انہوں نے ذکر کرتے گزاری... آخر دوسری صبح سیڑھیوں پر قدموں کی آہٹ سنائی دی تو انہوں نے چونک کر ادھر دیکھا... کپتان چند مسلح آدمیوں کے ساتھ چلا آرہا تھا اور اس کے ساتھ قوموتھا... اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ نزدیک آنے پر کپتان نے کہا:

''ڈاکٹر اپنا کام کرو۔''

ڈاکٹر کا لباس پہنے ایک شخص پنجرے کی طرف بڑھا... اس نے کہا:

''زندگی کی ضروریات کے سلسلے میں تمہیں تھوڑی دیر کے لیے اس پنجرے سے نکالنا ہوگا... لیکن تم لوگوں کی تاریخ سے بھی ہم اچھی طرح واقف ہیں... لہٰذا اگر زندگی کے بدترین تیرہ دنوں اور تیرہ راتوں سے بچنا چاہتے ہو تو انجکشن لگوالو... اس انجکشن سے صرف اتنا ہوگا کہ تم ہم پر حملہ نہیں کرسکو گے اور ہم بے فکر رہیں گے اور بس... یعنی روزانہ تمہیں ایک انجکشن لگایا جائے گا۔''

''اچھی بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

انہوں نے انجکشن لگوالیے... نہ لگواتے تو وہ پنجرے سے باہر نہ نکالتے... انجکشن لگوانے کے صرف تین منٹ بعد انہیں اپنے جسموں سے جان نکلتی محسوس ہونے لگی اور ڈاکٹر نے کہا:

''انہیں باہر نکالا جاسکتا ہے... یہ ہمارے لیے خطرہ نہیں بنیں گے... دو گھنٹے سے پہلے ان کی یہ حالت ختم نہیں ہوگی۔''

پنجرے کا دروازہ کھول دیا گیا... ان کے لیے چلنا مشکل ہورہا تھا... وہ ان پر حملہ کیا کرتے... اس طرح وہ ضروریات سے فارغ ہوئے... پھر انہیں ناشتا کرایا گیا اور دوبارہ پنجرے میں بند کردیا گیا... دو گھنٹے تک ان کا بات کرنے کو بھی جی نہ چاہا... دو گھنٹے بعد جسموں میں طاقت واپس آتی محسوس ہوئی:

''یہ... یہ کیا ہوگیا ابا جان۔''

''ذرا سی چوک بعض اوقات کس قدر نقصان دہ ہوتی ہے... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قوموا س قدر خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔'' انہوں نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''لیکن ابا جان! ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے... مایوسی گناہ ہے۔'' فرزانہ کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

http://www.pakurdubooks.com

''ہاں بالکل۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

پھر دوسرے دن بھی انہیں اسی طرح انجکشن لگا کر باہر نکالا گیا... تیسرا دن بھی اسی طرح گزرا... اس رات جب وہ نیند کی حالت میں تھے... کوئی ان کے پاس آہستہ سے کھنکارا... انہوں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور پھر وہ حیرت زدہ رہ گئے... ان کے سامنے سوان تنگ کھڑا تھا... اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی... گویا یہ ان کے لیے اشارہ تھا کہ وہ منہ سے آواز نہ نکالیں... پھر وہ پنجرے سے آلگا اور سرگوشی کے انداز میں بولا:

''میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

''کیا آپ کسی طرح یہ تالا کھول سکتے ہیں۔''

''چابی کے بغیر میں تالا کس طرح کھول سکتا ہوں۔'' توڑ اجائے تو آواز پیدا ہوگی۔''

''ہوں... خیر... آپ کوئی لوہے کی سلاخ ہمیں لا کر دے سکتے ہیں۔''

''میں کوشش کرتا ہوں... لیکن اس وقت خود میرے بھی پکڑے جانے کا خطرہ ہے... لہٰذا میں یہ کام کل دن میں کرتے

کی کوشش کروں گا... اپنا کام کرنے کے دوران کوئی سلاخ مل گئی تو اسے چھپا دوں گا اور رات کے وقت آپ تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔''

''بالکل ٹھیک ہے... ہم آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔''

اور وہ چلا گیا... وہ بے چینی سے اس کا انتظار کرتے رہے... آخری دوسری رات وہ آگیا... اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی سلاخ تھی... انہوں نے سلاخ کا جائزہ لیا۔ بہرحال وہ اس کے ذریعے پنجرے کی سلاخوں پر زور آزمائی تو کر ہی سکتے تھے:

''آپ کا یہاں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں... آپ تو جائیں۔''

وہ چلا گیا تو انہوں نے ایک سلاخ پر اس سلاخ کے ذریعے زور آزمائی شروع کی... سب نے مل کر زور لگایا... لیکن کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ بری طرح ناکام ہو گئے تو تھک کر پنجرے میں لیٹ گئے... تھکن اور ناکامی نے ان کا برا حال کر دیا تھا:

''سلاخ اگر بڑی ہوتی تو شاید پنجرے کی کوئی سلاخ ٹوٹ

http://www.pakfunplace.com

جاتی۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''اس بے چارے کو ملی ہی یہ ہوگی... خیر۔''

دوسری رات سوان تنگ پھر آیا... اس کے چہرے پر لکھا سوال پڑھ کر انہوں نے کہا:

'' سلاخ چھوٹی رہی... بڑی ہوتی تو ہماری کامیابی کا امکان تھا۔''

''ہم... میں... میں کوشش کروں گا۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

اور وہ چلا گیا... اس سے اگلی رات کو وہ آیا تو اس کے ہاتھوں میں ایک لمبی اور موٹی سلاخ تھی... اس نے دبی آواز میں بتایا: ۔ ۔ ۔

'' پرانی چیزوں کا ایک کمرہ ہے... یہ اس میں سے ملی ہے۔''

وہ خوش ہو گئے... انہوں نے اسے چلے جانے کا اشارہ کیا ... اور پھر اللہ کا نام لے کر پنجرے کی سلاخ پر زور لگانے لگے ... اس مرتبہ پنجرے کی سلاخ مڑتی محسوس ہوئی... ان کے چہرے کھل اٹھے... وہ زور لگاتے رہے... آخر اس سلاخ کا

درمیانی حصہ مڑ کر سامنے والی سلاخ سے جا لگا... اب انہوں نے سامنے والی سلاخ پر زور لگایا اور وہ دوسری طرف کی سلاخ سے جا لگی... اس طرح محمود، فاروق اور فرزانہ تو آسانی سے باہر نکل آئے... البتہ انسپکٹر جمشید کو کافی زور لگانا پڑا... اور ان کے جسم پر خوب رگڑیں لگیں... تاہم وہ بھی نکل آئے... انہوں نے وہ سلاخ ہاتھ میں لے لی جس کے ذریعے پنجرے کی سلاخیں موڑی گئی تھیں... چاروں دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھتے عرشے پر آ گئے... انہوں نے لیٹے لیٹے عرشے کا جائزہ لیا... عرشے پر اس وقت صرف چار پہرے دار موجود تھے... وہ ایک ایک کی طرف رینگنے لگے... انسپکٹر جمشید نے اشاروں سے انہیں طریقہ کار بتا دیا تھا... یعنی حملہ صرف انہیں کرنا تھا... ان تینوں کو صرف باقی تین کے پیچھے پہنچ کر دم سادھے کھڑے رہنا تھا... کیونکہ لوہے کا راڈ صرف انسپکٹر جمشید کے پاس تھا... جب کہ پہرے دار مسلح تھے... انہیں نہایت خاموشی سے پار کرنا تھا۔ دشمن کے پیچھے پہنچتے ہی انسپکٹر جمشید نے راڈ سے اس کے سر پر ہلکا ہاتھ رسید کیا... وہ تیورا کر گرنے لگا تو انہوں نے اسے سنبھال لیا اور نہایت آرام سے نیچے لٹا دیا... اس طرح آواز

http://www.pakistanipoint.com

پیدا نہ ہو سکی... اب وہ دوسرے کی طرف بڑھے۔ اس کا بھی یہی انجام ہوا۔

چند منٹ بعد وہ چاروں کو لٹا چکے تھے... ان کے سروں سے خون بہہ رہا تھا... اپنے تجربے کی رو سے وہ جان چکے تھے کہ ان کی طرف سے اب انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا... اب انہوں نے محمود کے کان میں کچھ کہا... وہ فوراً نیچے چلا گیا... واپس آیا تو اس کے ساتھ سوان تنگ تھا... انہوں نے اس کے کان کے قریب منہ کر کے پوچھا:

''کپتان کا کمرہ کون سا ہے۔''

''آیئے میرے ساتھ...'' اس نے کہا۔

جلد ہی وہ کپتان کے دروازے پر موجود تھے... انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو مڑنے پر تاریکی میں چھپ جانے کا اشارہ کیا... وہ سوان تنگ کو بھی ساتھ لے گئے... انسپکٹر جمشید نے دروازے پر آہستہ آہستہ دستک دی... تین چار بار کی دستک کے بعد آخر دروازہ کھلا اور کپتان کا جھلایا ہوا چہرہ نظر آیا... لیکن جونہی اس کی نظریں ان پر پڑیں... مارے حیرت کے اس کا منہ کھل گیا... اور عین اس لمحے انسپکٹر جمشید نے راڈ سے

اس کے سر پر وار کر دیا... وہ تیورا گرا... انہوں نے ایک وار اس کے سر پر اور کیا... اس کا بھبھا باہر نکل آیا۔

اب وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھے... اس وقت تک محمود، فاروق اور فرزانہ پہرے داروں کی رائفلیں قبضے میں لے چکے تھے... سوان تنگ بھی ان کے ساتھ تھا... تاہم اس نے رائفل نہ اٹھائی... شاید وہ چلانا نہیں جانتا تھا... وہ ایک ایک کر کے دشمنوں کو لٹاتے چلے گئے... اب وہ آہستہ وار کر رہے تھے... کیونکہ بلاوجہ خون بہانا انہیں پسند نہیں تھا... وہ انہیں لٹاتے چلے گئے اور وہ چاروں مل کر انہیں باندھتے چلے گئے... صبح ہونے تک وہ ان کو باندھ چکے تھے...

اب انہوں نے انجن روم کا رخ کیا... انجن روم میں ڈرائیور کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ جہاز سپیڈ ہو چکا ہے... انسپکٹر جمشید اچانک اس کے سر پر پہنچ کر گرجے:

''ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

وہ ڈر گیا... اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھ گئے... انسپکٹر جمشید نے فوراً GPS ڈائل کی طرف سوئیوں کی سمت نوٹ کر لی... پھر اس سے بولے:

http://www.paksociety.com

''زندگی چاہتے ہو... تو جہاز کا رخ پاک لینڈ کی طرف کر دو... کپتان کو ہم نے ختم کر دیا ہے... اور باقی سب لوگوں کو باندھا جا چکا ہے... یقین نہیں تو اس سے پوچھ لو... یہ جہاز کے مزدور ہیں۔''

''ن... نہیں...'' مارے خوف کے اس کے منہ سے نکلا۔

اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو گیا... جسم پر کپکپی طاری ہو گئی... پھر اس نے منہ سے کچھ کہے بغیر جہاز کا رخ پھیرنا شروع کر دیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا:

''اگر جہاز پاک لینڈ کی بجائے کہیں اور پہنچا تو ساحل پر تو جہاز بعد میں پہنچے گا... ہم تمہاری لاش کا تحفہ اس ساحل کے لوگوں کو دے دیں گے... لہٰذا جو کرنا ہے... سوچ سمجھ کر کرنا۔''

''ن نہیں... میں جہاز کا رخ پاک لینڈ کی طرف کر رہا ہوں... بس تم مجھے نہیں مارو گے۔''

''نہیں ماریں گے... اطمینان رکھو۔'' وہ مسکرائے اور پھر جہاز کا رخ تبدیل ہوتا چلا گیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

ان کا سفر جاری رہا... اب وہ زبردست اطمینان محسوس کر رہے تھے... ایسے میں فرزانہ بری طرح چونکی۔

''ارے باپ رے... کیا یہ بات عجیب نہیں۔''

☆☆☆☆☆

انعام نہیں چاہیے

''اب تم کون سی عجیب بات اٹھا لائیں۔'' محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

''اس سارے ہنگامے میں تو موظر نہیں آیا... ضرور کہیں چھپا ہوا ہے اور اس کی طرف سے ہمیں خطرے کا سامنا ہو سکتا ہے۔''

''اوہ ہاں واقعی! اس کا خیال ہی نہیں رہا... لیکن خیر... اب حالات پہلے والے نہیں رہے... ہم اسے گولی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔''

''اسلحہ تو پھر اس کے پاس بھی ہوگا۔'' فاروق بڑبڑایا۔

''اچھی بات ہے... سوان تنگ کو بلاؤ۔''

انہوں نے آواز دی... وہ عرشے پر ادھر ادھر ٹہل رہا تھا

... آواز سن کر تیر کی طرح ان کی طرف آیا:

''سوان تنگ... اس ساری جھڑپ میں تو موظر نہیں آیا... وہ کہاں غائب ہے۔''

''اوہ۔'' اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا... پھر اس نے کہا:

''وہ ضرور کہیں چھپا ہوا ہے... اور یہ بات ہمارے لیے خطرناک ہے... وہ کپتان کا بہت قریبی آدمی ہے... تمام باتیں جانتا ہے... اس نے دیکھا کہ جہاز پر آپ کا قبضہ ہو چکا ہے... تو وہ چھپ گیا... وہ صرف گولی سے ڈرتا ہے... ہاتھوں پیروں کی لڑائی سے آپ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''خیر... یہ تو آپ نہیں کہہ سکتے... پہلی مرتبہ ہم دھوکا کھا گئے... ہمیں اس کے بارے میں اندازہ نہیں تھا... اب جب ہمارا اس کا آمنا سامنا ہوگا تو تم دیکھ ہی لو گے سوان تنگ۔''

''لیکن جب تک وہ کہیں چھپا ہوا ہے... اس وقت تک ہمارے لیے نہایت خطرناک ہے... اسے تلاش تو کرنا ہوگا۔''

''جہاز پر چھپنے کی بہت سی جگہیں ہو سکتی ہیں... نچلی منزل

http://www.pakfunplace.com

میں مال ہی مال لدا ہوا ہے... ان بکسوں کے درمیان وہ کہیں چھپ سکتا ہے... اور جب ہم اس کی تلاش میں سیڑھیاں اتریں گے... تو وہ ہمیں دیکھ لے گا... لہٰذا وہ وار کرنے کی پوزیشن میں ہوگا جب کہ ہم اس پر وار نہیں کر سکیں گے... یہ آپ سوچ لیں۔"

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... ہمارے لیے یہ ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے... لیکن ہمارے پاس اس کا حل ہے۔"

"اور وہ کیا؟" سوان تنگ جلدی سے بولا۔

"ہم نچلی منزل کا دروازہ بند کر دیتے ہیں... اس طرح وہ اوپر نہیں آ سکے گا... ساحل پر پہنچ کر اس کا انتظام کر لیں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا... اگرچہ ایک خطرہ پھر بھی برقرار رہے گا۔"

"اور وہ کیا۔"

"قومو دروازہ توڑ سکتا ہے۔"

"اس صورت میں رائفل کی گولی اس کا دماغ توڑ سکتی ہے، ہم باری باری دروازے کی نگرانی کریں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

ان کا سفر جاری رہا... دوسرے دن صبح سویرے وہ عرشے پر کھڑے چاروں طرف کا جائزہ لے رہے تھے کہ اچانک فرزانہ چلا اٹھی:

"ارے باپ رے۔"

"کیا ہوا فرزانہ۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"جس طرف ہمارا جہاز جا رہا ہے... میں نے اس طرف ایک بحری جہاز کے مستول اور ان پر لہراتے جھنڈے دیکھے ہیں... اور جھنڈے ہمارے ملک کے نہیں ہیں۔"

"ارے باپ رے... فاروق تم ذرا مستول پر چڑھ کر جائزہ لو... جلدی کرو۔"

فاروق بلا کی رفتار سے چڑھتا چلا گیا... پھر انہوں نے اس کی خوف میں ڈوبی آواز سنی:

"وہ ایک نہیں... تین جہاز ہیں... اور ایک سیدھ میں چلے آ رہے ہیں... ان کا رخ بالکل ہماری طرف ہے... اگر ہم جہاز کا رخ تبدیل کر بھی لیں... تب بھی وہ ہمیں آ لیں گے... کیونکہ درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں ہے... غالباً ان جہازوں نے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھایا ہے۔"

http://www.pakistanipoint.com

''ہوں... خیر... کوئی بات نہیں... جھنڈے کس ملک کے ہیں۔''

''انشارجہ کے۔''

''گویا اٹلانٹا نے انشارجہ کو مدد کے لیے پکارا ہے... حیرت ہے... انہیں اس قدر جلد کس طرح اطلاع مل گئی۔''

''ابا جان! آپ قومو کو بھول رہے ہیں... جہاز پر ہمارے قبضے کے فوراً بعد یہ اطلاع اس نے اٹلانٹا میں پہنچائی ہے... اٹلانٹا نے فوراً انشارجہ سے بات کی اور انہوں نے اپنے بحری جنگی جہاز اس طرف بھیج دیے... اب یہ ہیں بھی جنگی جہاز ... جب کہ ہمارا جہاز صرف مال بردار ہے... اور ہماری تعداد صرف پانچ ہے... ہم پانچ آدمی تین جنگی بحری جہازوں کی فورس کا مقابلہ نہیں کر سکتے... لہٰذا گرفتاری دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

''ہم کیا سمجھ رہے تھے اور سامنے کیا بات آ گئی... خیال تھا کہ جب ہم اپنے ساحل پر پہنچیں گے تو وہاں ہماری کامیابی کی خبر پہلے ہی پہنچ چکی ہوگی... لہٰذا بہت زبردست استقبال ہوگا... ہوا اس کے بالکل الٹ۔'' فاروق نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے

کہا۔

''اسی کا نام زندگی ہے۔'' محمود مسکرایا۔

''بالکل ٹھیک کہا محمود۔'' فرزانہ نے اس کی تائید کی۔

اور پھر جہاز نزدیک آ گئے۔ اب انہیں پتا چلا وہ جہاز نہیں لانچیں تھیں... وہ ہر طرح سے اسلحے سے لیس تھے... اور وہ کسی طرح بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے... نزدیک پہنچتے ہی ایک لانچ پر سے اعلان کیا گیا:

''انسپکٹر جمشید! جہاز کو گھیر لیا گیا ہے... بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں... لہٰذا تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو... اپنے ہتھیار پہلے ہی گرا دو۔''

انہوں نے ہتھیار پھینک دیے... اس مرحلے پر کچھ بھی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا... پھر فوجی ان کے جہاز پر آ گئے... ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں... اس وقت اسپیکر پر اعلان کیا گیا:

''قومو... تم کہاں ہو... اوپر آ جاؤ... اب یہ لوگ ہمارے قبضے میں ہیں۔''

یہ آواز پورے جہاز پر گونجی... جلد ہی قومو عرشے پر

http://www.pakulibrary.com

آ گیا... وہ واقعی نچلی منزل میں تھا:

''تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا قوموں... تمہیں تو انعام ملنا چاہیے۔'' فوجی آفیسر بولا۔

''مجھے نقد انعام نہیں چاہیے۔'' قوموہنسا۔

''تب پھر؟'' فوجی آفیسر نے پوچھا۔

''مجھے ان لوگوں کی مرمت کرنے کی اجازت دی جائے... میں ان سے سخت نفرت کرتا ہوں۔''

''خوب خوب... تمہیں اجازت ہے... لیکن ہم انہیں ہتھکڑیاں پہنا چکے ہیں۔''

''یہ بحری جہاز سے فرار تو ہو نہیں سکتے... آپ ہتھکڑیاں کھول دیں... میں ذرا اپنے دل کی بھڑاس نکال لوں۔''

''اچھی بات ہے قوموں... ہم تمہاری خواہش پوری کریں گے... ان کی ہتھکڑیاں کھول دو بھئی اور چاروں طرف سے انہیں رائفلوں کی زد میں لے رکھو...''

حکم کی تعمیل کی گئی... ادھر ان کی ہتھکڑیاں کھلیں... ادھر قوموچھلانگ لگا کر عرشے کے درمیانی حصے میں آ گیا:

''آؤ... آؤ... ذرا ہو جائیں دو دو ہاتھ۔''

''تم تینوں یہیں ٹھہرو... اس سے صرف میں مقابلہ کروں گا۔''

انہوں نے سر ہلا دیے... پھر انسپکٹر جمشید قوموکی طرف قدم اٹھانے لگے... قدم اٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی... پھر وہ اس کے بالکل سامنے جا کھڑے ہوئے ... اچانک قوموں نے ان کی طرف دوڑ لگا دی... غالباً وہ خود کو ان سے ٹکرا دینا چاہتا تھا... اس کی رفتار کا اندازہ لگاتے ہوئے وہ یک دم ترچھے ہو گئے... قوموا پنی جھونک میں آگے نکلتا چلا گیا اور ایک مستول سے جا ٹکرایا... مستول سے ٹکرا کر وہ اچھل کر نیچے آ گرا... عین اس لمحے انسپکٹر جمشید نے اپنا دایاں پیر اس کے پیٹ میں دے مارا... ان کی ایڑی بہت سخت تھی... لیکن قوموں نے اس چوٹ کا کوئی اثر نہ لیا اور فوراً کروٹ لے کر اٹھ کھڑا ہوا...

اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تیرتی نظر آئی... انسپکٹر جمشید کی نظریں اس پر جم گئیں:

''یہ صرف ایک ٹسٹ تھا... اصل حملہ اب کروں گا۔''

''آؤ بھئی آؤ۔'' انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

http://www.Paksociety.com

''ٹھہرو!'' ایسے میں انہوں نے ایک آواز سنی۔

سب نے مڑ کر دیکھا... لیکن انسپکٹر جمشید کی نظریں بدستور قوموپر جمی رہیں... کیونکہ ایک ذرا سی چوک سے وہ پہلے ہی بہت نقصان اٹھا چکے تھے... انہوں نے سنا... وہ شخص کہہ رہا تھا ... جس نے ٹھہرو کہا تھا:

''میں بھی یہ مقابلہ دیکھوں گا۔''

''آیئے ڈاکٹر رابرٹ آیئے۔'' جہاز کے افسران میں سے ایک نے کہا۔

''ڈاکٹر رابرٹ۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا... لیکن انہوں نے اپنا رخ اب بھی نہ موڑا... وہ جانتے تھے، ادھر انہوں نے قوموپر سے نظریں ہٹائیں... ادھر وہ ان پر چھلانگ لگا دے گا... اور پھر وہی ہوگا جو پہلے ہو چکا تھا۔

اچانک قوموپر نے ان کی طرف دوڑ لگائی... اس بار انہوں نے بچاؤ کا انداز بدل دیا... جونہی قوموان کے نزدیک پہنچا... وہ نیچے بیٹھ گئے... اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے، وہ بے تحاشہ دوڑ کی وجہ سے رک نہ سکا اور انسپکٹر جمشید کے ہاتھوں پر بلند ہوتا چلا گیا... اور انہوں نے اسے کمر کی طرف اچھال

دیا... وہ کافی دور جا کر گرا... اس وقت انہیں ڈاکٹر رابرٹ کی طرف دیکھنے کا موقع مل گیا... وہ اس کو پہلی بار جہاز پر دیکھ رہے تھے... شاید وہ حملہ آور جہاز سے اس جہاز پر آیا تھا، اس کے جسم پر ڈاکٹروں والا لباس نہیں تھا... جس کا مطلب تھا... وہ علاج معالجے والا ڈاکٹر نہیں تھا... کسی اور چیز کا ڈاکٹر تھا:

''خوب خوب۔'' ڈاکٹر نے انسپکٹر جمشید کی تعریف کی۔

قوموکا منہ یہ تعریف سن کر بن گیا... وہ جھلا اٹھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید... خوف زدہ سے پیچھے ہٹنے لگے... ان کے چہرے پر خوف دیکھ کر محمود، فاروق اور فرزانہ پریشان ہو گئے ... لیکن وہ کچھ نہ بولے:

''کیا ہوا انسپکٹر... ڈر رہے ہو۔''

''نن نہیں۔'' وہ ہکلائے۔

''خوف تمہارے چہرے سے ٹپک رہا ہے... اور زبان سے کہہ رہے ہو، نہیں۔''

''میں خوف محسوس نہیں کر رہا...'' انہوں نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں ڈاکٹر رابرٹ۔''

www.paksociety.com

''ہاہا... ہا... میں دیکھ رہا ہوں... قوموں... تمہارا دشمن خوف زدہ ہو چکا ہے... اور جو خوف زدہ ہو جائے... وہ پہلے ہی شکست کھا چکا ہوتا ہے... لہٰذا اس مقابلے میں فتح تمہاری ہے ... بے فکر ہو کر وار کرو۔''

''نن... نہیں...'' یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید عرشے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے...

''ہاہاہا۔'' قوموں نے قہقہہ لگایا... اور ان کے پیچھے دوڑ لگا دی...

انسپکٹر جمشید نے رفتار اور زیادہ کر دی... قوموں نے بھی رفتار بڑھا دی... پھر عین عرشے کے کنارے پر پہنچ کر انسپکٹر جمشید بلا کی رفتار سے قوموں کی طرف پلٹے... وہ خود کو فوری طور پر روک نہ سکا اور ان کے بالکل نزدیک پہنچ گیا... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... اس کی کلائی پر ہاتھ ڈالتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی ہڈی اس کی گدی پر رسید کر دی وہ اچھلا اور سمندر میں ایک زور دار چھپاکے کی آواز پیدا ہوئی... قوموں سیدھا سمندر میں جا گرا تھا۔

''خوب... خوب... بہت خوب۔'' ڈاکٹر رابرٹ نے بے ساختہ تالی بجا دی... لیکن اس کے علاوہ سب بہت بنے

کھڑے تھے۔

''تعریف کرو بھئی... تالیاں بجاؤ... دشمن بھی شاندار کامیابی حاصل کرے تو اس کی بھی تعریف کرنی چاہیے۔''

اور پھر عرشہ تالیوں سے گونج اٹھا... اب سب لوگ عرشے سے آ لگے... وہ قوموں کو اوپر آتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے:

''وہ اب اوپر نہیں آ سکے گا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا مطلب؟'' کئی آوازیں ابھریں۔

''وہ اب اوپر نہیں آ سکے گا۔''

''کیوں نہیں آ سکے گا... وہ بہترین تیراک ہے۔''

''کرتے رہیں پھر انتظار۔''

انسپکٹر جمشید نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی... کنارے کی طرف دوڑ کر آئے لوگ رائفل بردار لوگ نہیں تھے... وہ بدستور ان چاروں کو زد میں لیے کھڑے تھے... یہی نہیں... ان کے ارد گرد تین تین جنگی لانچیں موجود تھیں... وہ کر ہی کیا سکتے تھے...

اچانک جھکتے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا:

http://www.paksociety.com

''انسپکٹر جمشید تم غلط کہتے تھے... دیکھو... قوموپانی پر ابھر آیا ہے اور سیدھا لیٹ کر تیر رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے... اسے آواز دو... کہ تیر کر جہاز پر آجائے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''قوموجہاز پر آجاؤ... شاباش۔'' وہ لوگ چلائے۔

قوموپانی پر سیدھا تیرتا رہا... اور لحہ بہ لحہ جہاز سے دور ہوتا جا رہا تھا:

''یہ... یہ کیا۔''

''میں نے کہا تھا نا... اب وہ نہیں آئے گا... اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے... اور جس شخص کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جائے... وہ تیر نہیں سکتا... پانی خود بخود اسے جس طرف چاہے، لے جا سکتا ہے... مطلب یہ کہ تم لوگ قوموسے ہاتھ دھو چکے ہو۔''

''نن... نہیں۔'' وہ ڈرے ڈرے انداز میں چلائے۔

''چلو کوئی بات نہیں... قوموہارا گیا تو کیا ہوا... یہ لوگ تو اب ہمارے قیدی ہیں۔''

اور ہتھکڑیوں کے جوڑے ان کی طرف بڑھنے لگے... ایسے

میں ڈاکٹر رابرٹ کی آواز ابھری:

''یہ بہت معزز قیدی ہیں... ادب اور احترام سے ہتھکڑیاں پہنائی جائیں... انہیں سفر کے دوران کوئی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔''

''او کے ڈاکٹر صاحب۔'' ایک آفیسر نے کہا۔

''ادب اور احترام بے شک ضروری ہے... لیکن ہر وقت ان پر نظر ضرور رکھیں۔''

''آپ فکر نہ کریں سر۔''

''اور کسی بھی قیمت پر ان کے نزدیک نہ جائیں... ورنہ یہ کوئی نہ کوئی چال چلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

''آپ فکر نہ کریں ڈاکٹر صاحب۔''

''یہ ڈاکٹر رابرٹ اچانک کہاں سے ٹپک پڑے... کم از کم ہمیں یہ تو بتا دیا جائے۔'' انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

''کپتان کی جگہ لینے کے لیے آیا ہوں... تم لوگوں نے ہمارے بہت اچھے کپتان کو ہلاک کیا ہے... اٹلانٹا میں تم پر مقدمہ چلے گا۔''

''کوئی بات نہیں... ویسے وہ وقت شاید ہی آئے۔''

http://www.pakistanipoint.com

''اوہو اچھا... تین جنگی لانچوں کے گھیرے میں تم لوگوں کو اٹلانٹا پہنچایا جانے کا پروگرام ہے... اور تم کہہ رہے ہو کہ وقت شاید ہی آئے۔''

''ہاں! میں تو یہی سمجھتا ہوں۔''

''خیر... دیکھا جائے گا... ضرورت پڑی تو ہم اپنے جنگی طیارے بھی منگوا سکتے ہیں۔'' ڈاکٹر رابرٹ نے ہنس کر کہا۔

''کیا مطلب؟'' وہ ایک ساتھ بولے... یہ سن کر انہیں بہت حیرت ہوئی تھی... انہوں نے سنا، ڈاکٹر رابرٹ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا:

''تم لوگ کوئی عام لوگ نہیں ہو... تمہارے لیے تو پوری فوج کو بھی لانا پڑا تو ہم لائیں گے... لیکن اس جنگ میں تمہیں جیتنے نہیں دیں گے۔''

''آخر کیوں؟'' انسپکٹر جمشید پوری قوت سے چلائے۔

''وہ دیکھو... قزاق۔''

''قزاق۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''انہیں اٹھا کر پھینک دو۔'' کپتان نے حکم دیا۔

☆☆☆☆☆

اسے بلائیے

انسپکٹر کامران مرزا نے بڑھیا کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا... پھر پریشانی کے عالم میں بولے:

''میں سمجھا نہیں... آپ کیا چاہتی ہیں۔''

''بتا چکی ہوں... میں اپنے بیٹے کی واپسی چاہتی ہوں۔''

''اور آپ نے بتایا ہے... آپ کے بیٹے ایک سرکاری محکمے میں ملازم ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے... وہ اس وقت بڑے عہدے پر ہے۔''

''تو آپ چاہتی ہیں... وہ ملازمت چھوڑ دیں اور آپ کے پاس گھر میں بیٹھے رہیں۔''

''نہیں میں یہ نہیں چاہتی۔''

http://www.pakfunplace.com

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں... پھر آخر آپ کیا چاہتی ہیں۔''

''میں اپنے بیٹے کی واپسی چاہتی ہوں۔''

''افسوس! میں اب بھی آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔''

''اور شاید میں سمجھا بھی نہیں سکتی... لیکن آپ بات کو خود سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے... آپ کیسے انسپکٹر کامران مرزا ہیں... میں نے تو سنا ہے... آپ لوگ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں... اور میری بات آپ سمجھ نہیں رہے۔''

''تو آپ اپنی بات کی وضاحت کر دیں نا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اور میں نے سنا ہے... آپ بہت خوش اخلاق ہیں... ہر کسی کی بات سکون سے سنتے ہیں اور بالکل غصے میں نہیں آتے اور میں دیکھ رہی ہوں، آپ کو مجھ پر غصہ آنے لگا ہے...'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائی۔

''اوہ! معافی چاہتا ہوں... آپ کچھ اور کہنا چاہتی ہیں۔''

''نہیں... بالکل نہیں... مجھے جو کہنا تھا میں کہہ چکی... میں اپنے بیٹے کی واپسی چاہتی ہوں اور خود میں بھی نہیں جانتی کہ اس بات کا مطلب کیا ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے... آپ تشریف لے چلیں... میں اس کیس پر کام شروع کرتا ہوں۔''

''کیا واقعی۔''

''ہاں! اپنے فون نمبر اور پتا وغیرہ لکھوا دیں، میں خود آپ سے رابطہ کروں گا اور بتاؤں گا کہ آپ کے بیٹے کی واپسی ہو چکی ہے۔''

''اسی دن کے انتظار میں تو میں جی رہی ہوں۔'' اس نے بے چین ہو کر کہا۔

''بس! آپ فکر نہ کریں... اب یہ میرا کام ہے۔''

''جیتے رہو... اللہ لمبی عمر دے۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا نام پتا اور فون نمبر لکھوا دیے... پھر بولی:

''اور بیٹا... آپ نے میرے بیٹے کا نام تو پوچھا ہی نہیں۔''

''میرا خیال تھا... آپ خود ہی بتائیں گی۔''

''ہاں بالکل... مجھے ہی بتانا چاہیے تھا... تو سن لو... میرے بیٹے کا نام ہے شاہ باز ہوتی۔''

''کیا!!!'' انسپکٹر کامران مرزا اچھل اٹھے... ان کی آنکھوں

http://www.pakistanipoint.com

سے خوف جھانکنے لگا... پھر وہ اچانک کھڑے ہو گئے اور بے تابانہ انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگے۔

''کیا ہوا بیٹے... آپ تو گھبرا گئے... میں نے اپنے بیٹے کا نام بتایا ہے، کسی جن بھوت کا نام تو نہیں بتایا۔''

''آپ... آپ نے شاہ باز ہوتی نام بتایا ہے نا۔''

''ہاں! بالکل۔''

''اور آپ کے بیٹے محکمہ خارجہ کے چیف سیکرٹری ہیں۔''

''ہاں بالکل۔''

''اور آپ... آپ ان کی واپسی چاہتی ہیں۔''

''ہاں بالکل چاہتی ہوں... وہ مجھ سے بہت دور... بہت دور چلا گیا ہے... یہ بات نہیں کہ وہ میرا ادب نہیں کرتا... یا میرا خیال نہیں رکھتا... ایسی کوئی بات نہیں... لیکن بس... میرا دل... میرا دماغ یہی کہتا ہے... وہ... مجھ سے بہت دور... بہت ہی دور چلا گیا ہے... بس میں اس کی واپسی چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے... میں ان سے ملوں گا اور انہیں واپس لاؤں گا۔''

''یہ ہوئی نا بات... اللہ آپ کا بھلا کرے بیٹا۔''

''آپ بے فکر ہو کر گھر جائیں... ان سے یہ ذکر بالکل نہ آئے کہ آپ نے مجھ سے ملاقات کی ہے۔'' انہوں نے کہا۔

''یہ بات تو چھپی نہیں رہے گی...''

''اوہ ہاں! آپ آئی کیسے ہیں۔''

''کار میں، لیکن اس کار میں نہیں جو اسے حکومت کی طرف سے ملی ہوئی ہے... حکومت کی طرف سے انہیں تین گاڑیاں ملی ہوئی ہیں... چوتھی اس کی ذاتی کار ہے... میں اس پر آئی ہوں۔''

''ہوں... تو کیا ڈرائیور انہیں یہ بات ضرور بتائے گا۔''

''مجھے معلوم نہیں... اگر میں اسے منع کر دوں تو شاید وہ نہ بتائے۔''

''نہیں... رہنے دیں... آپ ڈرائیور سے کچھ بھی نہ کہیں... اگر آپ کے بیٹے آپ سے پوچھیں تو آپ صرف اتنا بتا یں... آپ نے مجھ سے ملاقات کی ہے... لیکن ایک ذاتی کام کے سلسلے میں... آپ ان سے کہہ سکتی ہیں... کہ اس ذاتی کام کے بارے میں وہ انہیں کچھ نہیں بتائیں گی۔''

http://www.pakurdubooks.com

''ٹھیک ہے... میں یہی کہوں گی۔''

''بس تو پھر اب آپ چلی جائیں۔''

''بہت بہت شکریہ! اس نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی... انسپکٹر کامران مرزا اسے رخصت کرنے دروازے تک آئے... انہوں نے دیکھا... وہ ایک شاندار کار میں آئی تھی... اس قدر قیمتی کار دیکھ کر انہیں ذرا بھی حیرت نہ ہوئی... آخر وہ ایک چیف سیکرٹری کی ماں کی کار تھی... اور چیف سیکرٹری کوئی معمولی آدمی نہیں ہوتا۔

واپس اندر آئے تو آفتاب، آصف اور فرحت بت بنے بیٹھے تھے:

''کیا ہوا... خیر تو ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''ہمارا خیال ہے، ابا جان... آپ کو اپنی پوری زندگی میں اس قدر عجیب کیس کبھی نہیں ملا ہوگا۔''

''شاید! یہ بات کہی جا سکتی ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''پھر آپ کا کیا ارادہ ہے۔''

''یہ ایک ماں کا احساس ہے... اور غلط نہیں ہو سکتا... ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ان کا بیٹا کس لحاظ سے دور نکل گیا ہے... ارے

ہاں۔'' انہوں نے چونک کر کہا... پھر اپنے ایک خاص آدمی کے نمبر ملائے... یہ صاحب ہر طرف کی خبریں رکھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

''السلام علیکم طوری۔''

''یس سر وعلیکم السلام۔'' وہ چونک کر بولا۔

''شاہ باز ہوتی کے بارے میں کیا معلومات ہیں۔''

''ارے باپ رے۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''کیوں... کیا بات ہے۔''

''سر... شاہ باز ہوتی تو بہت اونچی ہواؤں میں ہیں... وزیر اعظم کے خاص آدمی ہیں... ان کے تو پاؤں زمین پر ٹکتے ہی نہیں۔''

''بھئی... یہ باتیں تو ایک عام آدمی بھی جانتا ہے... کیا تمہیں ایسی معلومات کے لیے فون کیا جاتا ہے۔''

''نہیں سر۔'' اس نے گڑبڑا کر کہا۔

''تب پھر...''

''سر! اس میں شک نہیں کہ شاہ باز ہوتی ایک پراسرار آدمی ہیں... لیکن بہر حال... ریکارڈ میں ان کے خلاف کچھ نہیں ہے

http://www.pakurdubooks.com

...البتہ۔''

''البتہ کیا؟'' وہ جلدی سے بولے۔

''البتہ ان کی تعریفوں کے پل باندھے جاتے ہیں... ایک طرح سے وہ حکومت کے منظور نظر ہیں... غیر ملکی طاقتیں بھی ان کی بات کو بہت اہمیت دیتی ہیں... اور ان کی قدر کرتی ہیں... مطلب یہ کہ بیرونی طاقتوں کے لیے بھی وہ ایک قابل قبول آدمی ہیں... ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ حکومت کے لیے شاہ باز ہوتی ایک بہت اہم آدمی ہے۔''

''بہت خوب! ان کے خلاف کسی بھی قسم کا کوئی الزام تو کبھی سامنے نہیں آیا۔'' انہوں نے پوچھا۔

''بالکل نہیں سر... ان کا دامن بالکل صاف ہے... مطلب یہ کہ حکومت مخالف لوگوں کو ان کی پالیسیوں سے تو اختلاف ہو سکتا ہے... لیکن ان کی ذات پر وہ بھی کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔''

''ٹھیک ہے... میں سمجھ گیا... اپنے محکمے کی طرف سے انہیں پیغام بھجوا دو... میں ان سے آج ہی کسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔''

''ارے باپ رے... آپ ان سے آج ہی ملنا چاہتے

ہیں۔'' طور ی نے گڑبڑا کر کہا۔

''ہاں! آج ہی اور یہ بہت ضروری ہے۔''

''جی اچھا! ہم آپ کا پیغام ان تک پہنچا دیتے ہیں... اور ان کا جواب آپ تک۔''

''ٹھیک ہے... مجھے کتنی دیر تک انتظار کرنا ہوگا۔''

''ایک گھنٹا تو لگ ہی جائے گا۔''

''ٹھیک ہے... تم ٹھیک ایک گھنٹے بعد یا اس سے پہلے مجھے فون ضرور کرو گے۔''

''اوکے سر۔'' اس نے کہا اور انہوں نے فون بند کر دیا۔

''انکل... مجھے ڈر لگ رہا ہے... آپ اس کیس کو ہاتھ میں نہ لیں۔'' فرحت بول اٹھی۔

''کیا کہہ رہی ہو فرحت، میں ایک ماں سے وعدہ کر چکا ہوں۔''

''ماں کی محبت نے اسے یہ احساس دلایا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے دور چلا گیا ہے... حالانکہ وہ ایک ہی کوٹھی میں رہتے ہیں... شاید وہ اپنے بیوی بچوں کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہوں... اور بس اس بات کی وجہ سے ماں کو یہ احساس رہنے لگا

http://www.pakfunplace.com

ہو کہ ان کا بیٹا ان سے دور ہو گیا ہے۔''

''میں وہاں جا کر ایسی سبھی باتوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''اور آپ ان سے کہیں گے کیا... ظاہر ہے، وہ آپ سے پوچھیں گے... آپ کس سلسلے میں آئے ہیں۔''

''اس کی تم فکر نہ کرو... میں کوئی نہ کوئی بات بنالوں گا۔''

''آپ جو بات بنالیں گے، وہ ابھی بتا دیں نا۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''بھئی اس وقت کوئی بات ذہن میں نہیں ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''اور اگر عین وقت پر کوئی بات ذہن میں نہ آئی تو۔'' آصف نے جلدی سے کہا۔

''تب بھی میں کوئی بات بنالوں گا۔''

''جیسے آپ کی مرضی۔'' آفتاب نے ایک بار پھر ناخوش گوار انداز میں کہا۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد طورنی کا فون موصول ہوا، وہ کہہ رہا تھا:

''شاہ باز ہوتی صاحب تک آپ کا پیغام پہنچا دیا گیا ہے...

ان کا کہنا ہے انہیں ان دنوں بالکل فرصت نہیں ہے... لہٰذا وہ آپ کو وقت نہیں دے سکتے۔''

''اوہو اچھا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر کہا۔

''اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

''بھئی کہنا کیا ہے... بس ملاقات کریں گے۔''

''لیکن کیسے... جب کہ وہ انکار کر چکے ہیں۔''

''بس... کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔''.. یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور ان سے بولے:

''چلو چلیں۔''

''آپ کا مطلب ہے... شاہ باز ہوتی صاحب کی طرف۔'' آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں تو اور کیا؟'' وہ بولے۔

''لیکن وہ تو ملنے سے انکار کر چکے ہیں۔''

''ان سے ملاقات اس قدر آسان ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''جی... کیا کہا آپ نے! یہ کام حد درجے آسان ہے۔''

''ہاں! بس تم دیکھتے جاؤ۔'' وہ مسکرا دیے۔

http://www.pakfunplace.com

آخر وہ شاہ باز ہوتی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... کوٹھی دیکھ کر انہیں حیرت نہ ہوئی... ظاہر ہے... جتنے بڑے وہ آفیسر تھے... اس کے حساب سے کوٹھی بڑی ہونی چاہیے تھی... اس کے چاروں طرف مسلح گارڈز کھڑے نظر آنے چاہییں تھے... اور لان میں کئی بڑی بڑی چمکتی دمکتی کاریں نظر آنی چاہییں تھیں... اور یہ سب کچھ وہاں نظر آرہا تھا... ایک طرف استقبالیہ کمرہ تھا... وہ کوٹھی کے دروازے کے دائیں طرف تھا... انسپکٹر کامران مرزا اپنی کار سے اتر کر سیدھے اس کمرے کی طرف گئے اور وہاں ڈیوٹی پر موجود شخص سے بولے:

''ہمیں شاہ ہوتی صاحب کی والدہ نے بلایا ہے... یہ ہمارے کارڈز ہیں۔''

''اوہ اچھا۔'' اس نے کارڈوں پر نظر ڈالی... پھر فون پر ایک نمبر دبایا جلدی دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔

''اماں جی! انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بچے آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔''

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور ایک بٹن دبایا... جلد ہی ایک ملازم اندر آ گیا:

''انہیں اماں جی کے پاس پہنچا دو۔''

''بہت بہتر جناب! آیئے صاحبان۔''

آفتاب، آصف اور فرحت حیرت زدہ رہ گئے... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس قدر آسانی سے کوٹھی میں داخل ہو جائیں گے... تاہم ابھی شاہ باز ہوتی تک پہنچنا باقی تھا۔

انہیں ایک عالی شان کمرے میں لایا گیا... کمرے کے درمیان میں ایک پرتکلف مسہری بچھی تھی... اس پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے شاہ باز ہوتی کی والدہ بیٹھی تھیں... وہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہ قدرے سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں:

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام... میں بہت حیران ہوں۔''

''میں عرض کرتا ہوں۔''

''آپ تشریف رکھیں... تم جاؤ... اور چائے بھجوا دو۔''

''جی اماں جی۔'' ملازم نے ادب سے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

''میں نے شاہ باز ہوتی صاحب سے ملاقات کی کوشش کی تھی، لیکن ان کی طرف سے جواب ملا... انہیں بالکل فرصت

www.paksociety.com

نہیں ... سو ہم آپ کے پاس چلے آئے ... اب ان سے ملاقات کرانا آپ کا کام ہے ... اور آپ کے کیس پر کام کرنا ہمارا کام ہے۔"

"پہلے چائے ہو جائے ... پھر ان کے پاس لے چلتی ہوں۔"

"اگر چہ یہ ہمارا چائے کا وقت نہیں ... لیکن آپ کی خواہش کے احترام میں پی لیتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"شکریہ!"

چائے پی کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے:

"آئیں میرے ساتھ۔" وہ بولیں ... پھر ٹھٹک کر رک گئیں۔

"لیکن آپ ان سے کہیں گے کیا۔"

"آپ کا حوالہ ہرگز نہیں دوں گا ..."

"بس ٹھیک ہے۔" وہ مسکرا دیں۔

اور پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے ... یہ کمرہ کسی دفتر کا نظارہ پیش کر رہا تھا ... شاہ باز ہوتی بہت ادب کے ساتھ فوراً کھڑے ہو گئے ... ان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار

ہو گئے، وہ بول اٹھے:

"اماں جی آپ! آپ نے کیوں زحمت کی ... ارے ... یہ کون حضرات ہیں۔" وہ انہیں دیکھ کر چونک اٹھے اور انہوں نے اپنا جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"انہی کے لیے آئی ہوں ... یہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن یہ ہیں کون حضرات۔"

"مجھے انسپکٹر کامران مرزا کہتے ہیں اور یہ میرے بچے آفتاب، آصف اور فرحت ہیں۔"

"کیا!!!" وہ بری طرح چلا اٹھے ... ان کا چہرہ تن گیا ... پھر وہ سرسراتی آواز میں بولے:

"آپ جا سکتے ہیں ... میں آپ لوگوں سے نہیں مل سکتا ... کیا میں نے پیغام بھیج نہیں دیا تھا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ... آپ پھر بھی آ گئے۔"

"مجبوری ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"میں کسی مجبوری کو نہیں مانتا۔"

"کیا آپ یہ بھی خیال نہیں کریں گے کہ آپ کی والدہ ہمیں آپ تک لے کر آئی ہیں۔"

http://www.paktunplace.com

''والدہ کا ادب اپنی جگہ... لیکن انہیں میری سرکاری مجبوریوں کا علم نہیں... لہٰذا میں ان سے معافی مانگ لوں گا... اور یہ مجھے معاف کر دیں گی۔''

''لیکن بیٹا میری خواہش ہے... آپ ان سے مل لیں۔''

''اماں جی... آپ کو معلوم نہیں... اچھا خیر... آپ اپنے کمرے میں جائیں... میں ان سے ملاقات کر لیتا ہوں... ڈوگر اماں جی کو ان کے کمرے تک پہنچا آؤ۔'' انہوں نے دروازے پر کھڑے ملازم سے کہا۔

''یس سر۔'' وہ فوراً بولا اور اماں کی طرف بڑھا۔

''میں خود چلی جاؤں گی... اور شاہ باز... اگر تم نے انہیں ملاقات کے بغیر لوٹا دیا تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔''

''آپ مطمئن رہیں... میں ان سے ملاقات کر کے ہی انہیں رخصت کروں گا... آپ بے شک ان سے پوچھ لیجیے گا۔''

''اچھی بات ہے... انسپکٹر صاحب! اپنا موبائل نمبر لکھوا دیں... تاکہ میں آپ کو فون کر کے تصدیق کر سکوں۔''

انہوں نے اپنا نمبر لکھوا دیا... اماں نے موبائل میں نمبر نوٹ کر لیا:

''آپ بھی اپنا لکھوا دیں۔''

''میں ابھی مس کال دے دیتی ہوں۔'' وہ مسکرائیں اور جانے کے لیے مڑ گئیں... شاہ باز ہوتی انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے... پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''انسپکٹر کامران مرزا! اگر میں چاہوں تو آپ کو اسی وقت جیل بھجوا سکتا ہوں۔ میری ماں کو دعائیں دیں... میں ان کی وجہ سے آپ کو جانے دے رہا ہوں۔''

''اور آپ ہمیں کس جرم میں جیل بھجوائیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

''میری مرضی کے بغیر آپ ملاقات کے لیے آئے، قومی وقت ضائع کیا۔''

''کہنے کو میں کہہ سکتا ہوں... کہ آپ مجھے جیل نہیں بھجوا سکتے... لیکن میں بات کو بڑھانے کا عادی نہیں... آج اگر آپ ملاقات کی اجازت نہیں دے رہے ہیں تو بہت جلد آپ مجھے خود ملاقات کے لیے بلائیں گے اور ہو سکتا ہے... میں اس وقت آپ سے ملاقات سے انکار کر دوں۔''

''ہاہاہا۔'' وہ ہنس پڑے... پھر بولے:

http://www.pakistanipoint.com

''آپ جا سکتے ہیں... ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا... مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہ ہی کریں... اس میں آپ کی بہتری ہے... کیونکہ آپ مجھے نہیں جانتے اور میں۔'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''اور میں کیا؟'' انسپکٹر کامران مرزا بے فکری کے عالم میں بولے۔

''اور میں آپ کو بخوبی جانتا ہوں۔''

''یہ بہت اچھی بات ہے... میری بات کو لکھ لیں... ہماری ملاقات بہت جلد ہوگی... اور پھر ملاقات آپ کی خواہش پر ہوگی۔''

''میں نے کہا نا... ایسا وقت نہیں آئے گا۔''

''ہو سکتا ہے... وہ وقت اسی وقت آ جائے۔''

''او ہو اچھا... تو پھر بلائیے اس وقت کو۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''آپ کے ماتحت امتیاز شواری کو بلائیے۔''

''کیا!!!''

وہ پوری قوت سے چلائے:

نہیں... نہیں

آفتاب، آصف اور فرحت کی حیرت کا کیا پوچھنا۔ انہوں نے دیکھا... شاہ باز ہوٹی کا منہ مارے حیرت اور خوف کے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا... آخر انہوں نے کہا:

''آپ ٹھیک کہتے تھے... آپ مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں... امتیاز شواری کی بات کو چھوڑیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

اور پھر انہوں نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا... باقی لوگوں کو کمرے سے چلے جانے اور دروازہ بند کر دینے کا اشارہ کیا... آفتاب، آصف اور فرحت اب تک حیران تھے:

''ہاں! اب بتائیں! آپ مجھ سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں اور آپ نے میری والدہ سے کیسے رابطہ کر لیا۔''

http://www.Paksociety.com

''امتیاز شواری سے ان سوالات کے جوابات پوچھ لیجیے گا۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''آپ پھر اسے درمیان میں لے آئے۔'' وہ ناخوش گوار لہجے میں بولے۔

''تو آپ اپنی والدہ کو درمیان میں نہ لائیں... اور صرف آپس کی ملاقات پر بات کرلیں۔''

''اچھی بات ہے... آپ مجھ سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں۔''

''میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں... آپ 23 اگست کی رات کہاں تھے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ اچھل کر کھڑے ہوگئے... ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا... پھر وہ بلند آواز میں چلائے:

''آپ جاسکتے ہیں... مجھے امتیاز شواری کی پروا ہے... نہ 23 اگست کی... آپ فوری طور پر یہاں سے چلے جائیں۔''

وہ سرد لہجے میں بولے۔

''شکریہ! مجھے یہی معلوم کرنا تھا... آؤ بھئی چلیں۔''

انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا، پھر پرسکون انداز میں

دروازے کی طرف چل پڑے... ان کے لیے فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا... کوٹھی سے باہر نکلتے ہی وہ بلا کی تیزی سے اپنی جیپ کی طرف دوڑ پڑے... انہیں اس طرح دوڑتے دیکھ کر وہ تینوں اور زیادہ حیران رہ گئے... پھر خود بھی دوڑ پڑے... جب تک وہ جیپ کے نزدیک پہنچے... انسپکٹر کامران مرزا اسے سٹارٹ کرچکے تھے:

''جلدی کرو بھئی... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔''

انہوں نے جیپ میں بیٹھنے میں دیر نہ لگائی... اور جیپ آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوگئی۔''

''ہماری سمجھ میں خاک بھی نہیں آیا۔''

''فی الحال تو تم مجھے جیپ ڈرائیو کرنے دو... ایک لمحے کی تاخیر بھی خطرناک ہوسکتی ہے۔''

''جی! کیا مطلب؟'' تینوں ایک ساتھ بولے۔

''بس خاموش رہو... میری پوری توجہ ڈرائیونگ پر رہنے دو۔''

''جی اچھا۔'' انہوں نے کہا اور خاموش ہوگئے۔

پھر ایک چھوٹی سی کوٹھی کے سامنے گاڑی رک گئی... انسپکٹر

http://www.paksociety.com

کامران مرزا نے اس کا انجن بند کیا اور باہر نکلتے ہی دروازے کی طرف دوڑ پڑے... دروازہ اندر سے بند تھا... انہوں نے بے تابانہ انداز میں گھنٹی بجائی... جلد ہی دروازہ کھلا۔ وہ فوراً اندر داخل ہو گئے، آفتاب، آصف اور فرحت نے بھی یہی کیا اور ساتھ ہی دروازہ اندر سے بند کر لیا:

''کیا مطلب... یہ کیا... کون ہیں آپ۔'' دروازہ کھولنے والا گرجا۔

''آپ ایجاز شواری ہیں۔''

''ہاں! کیوں۔''

''آپ کی جان شدید ترین خطرے میں ہے... گھر میں کتنے افراد ہیں۔''

''میرے علاوہ صرف میری بیوی...''

''آپ انہیں فوراً باہر لے آئیں... ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جائیں۔''

''میں ایسا کیوں کروں... آپ کون ہیں۔''

''مجھے انسپکٹر کامران مرزا کہتے ہیں... آپ شاہ باز ہوتی کے ایک ماتحت ہیں... شاہ باز ہوتی کے کچھ راز آپ کے پاس

ہیں... اور شاہ باز ہوتی آپ کو قتل کرا دینا چاہتے ہیں۔''

''ناممکن... وہ مجھے بہت پسند کرتے ہیں... بھلا مجھے کیوں قتل کرائیں گے۔''

''آپ نے سوالات میں بہت وقت ضائع کر دیا... شاید اب ہمارے پاس بچ نکلنے کا وقت نہیں رہا... آفتاب باہر دیکھنے کی کوشش کرو... لیکن دروازہ نہ کھولنا۔''

آفتاب نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی... اور پھر وہیں سے بدحواسی کے عالم میں بولا:

''بیک آئی میں دیکھ رہا ہوں... ایک گاڑی سے مسلح آدمی اترے ہیں اوہ...''

یہ کہتے ہی وہ دوڑ کر ان کے پاس آ گیا۔ عین اس لمحے دروازہ پر خوفناک انداز میں دستک ہوئی:

''لیں... اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں... اس وقت ہم گھر سے نکل سکتے تھے... اب پھنس گئے... جلدی بتائیں... کیا چھت کے راستے ہم کسی دوسری طرف اتر سکتے ہیں۔''

''نن نہیں۔'' اس نے خوف کے عالم میں کہا... پھر دروازے کی طرف دوڑا... بیک آئی سے باہر دیکھا... پھر

http://www.pakfunplace.com

ڈرے ڈرے انداز میں بولا:

''باہر کون ہے۔''

''ہم ہیں... شواری... جلدی دروازہ کھولو... صاحب نے تمہیں فوراً بلایا ہے۔''

''لیکن! میں کپڑے تو بدل لوں۔''

''کپڑے بدلنے کا وقت نہیں ہے شواری تمہارے پاس۔''

''اوہو... میرے جسم پر صاف کپڑے نہیں ہیں۔''

''کوئی پروا نہ کرو... بس تم باہر آجاؤ۔''

''اچھا آرہا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ فوراً ان کی طرف آیا:

''یہ لوگ شاہ باز ہوٹی کے خاص گرگے ہیں... بس چند لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ اس کے آدمی ہیں اور یہ خونخوار گروپ ہے... آپ نے ٹھیک کہا تھا... افسوس! میں نے دیر کر دی۔ اب ہم کیا کریں...''

''اب تو پھر مقابلہ کرنا ہوگا... آپ کوٹھی کے پچھلے حصے میں چلے جائیں... بیوی کو بھی ساتھ لے لیں...''

''کیا مطلب... آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔''

''یہ لوگ آپ کو جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں... اس کام کے بغیر یہ واپس نہیں جائیں گے... جونہی ہم دروازہ کھولیں گے، یہ گولیاں برسا دیں گے... لہٰذا اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم کوٹھی کے اندر پوزیشن لے لیں اور دروازے نہ کھولیں... ظاہر ہے، اس صورت میں یہ دروازہ توڑ کر اندر آئیں گے... بس اس وقت ہم انہیں اپنے نشانے پر رکھ لیں گے۔''

''اور آپ جو انہیں جان سے ماریں گے، آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا۔''

''وہ آپ کے گھر پر حملہ کریں گے... ہم بھی زد میں آئیں گے اور اگر ہم اپنے بچاؤ میں فائرنگ نہیں کریں گے تو ہم بھی ساتھ میں مارے جائیں گے... ان حالات میں ہم اور کیا کر سکتے ہیں۔''

ایسے میں دروازے پر کوئی وزنی چیز ماری گئی... ساتھ ہی کوئی دھاڑا:

''شواری... تم باہر کیوں نہیں آرہے... کیا ہم دروازہ توڑ دیں۔''

http://www.paksociety.com

''یہ... یہ حضرات ٹھیک کہہ رہے ہیں... یہ ہم سے پوری طرح مخلص ہیں... ہماری جانیں بچانا چاہتے ہیں... وہی کریں جو یہ کہہ رہے ہیں۔'' پیچھے سے بیگم شواری کی ڈری ڈری آواز آئی۔

''اچھی بات ہے... اس نے کہا اور ان کی طرف مڑا۔

''کیا ہم پچھلے حصے میں چلے جائیں۔''

''ہاں... اب یہ لوگ جانیں، ہم جانیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

اور وہ دونوں فوراً اندر چلے گئے... جلد ہی انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی... ادھر دروازے پر دروازہ توڑنے کی دھمکی دی گئی... جب اس طرف سے کچھ نہ کہا گیا تو کسی نے کہا:

''دروازہ توڑ دو... وہ ادھر ادھر سے نکلنے کی کوشش میں ہے اور غالباً اس نے بھانپ لیا ہے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں... اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو پھر باس ہمارا جو حال کریں گے... اس سے ہم بے خبر نہیں۔'' کسی نے زوردار آواز میں کہا۔

اور پھر دروازے پر زوردار انداز میں کوئی چیز ماری جانے لگی... لیکن دروازہ بہت مضبوط تھا... یہ بات محسوس کرتے ہی اسی نے کہا:

''دروازے کو دستی بم سے اڑا دو۔''

اس کے ساتھ ہی ایک دھماکا ہوا... اور دروازہ اندر کی طرف گرا... اور پھر آٹھ کے قریب آدمی چلانگ لگا کر اندر آ گئے... انہوں نے فوراً ان کے ہاتھوں کے نشانے لیے اور فائرنگ کر دی... فوراً ہی ان کی رائفلیں گر گئیں... وہ دھک سے رہ گئے... انسپکٹر کامران مرزا غرائے:

''ہاتھ اوپر اٹھا دو... یہ گولیاں تمہارے جسموں کے پار بھی ہو سکتی تھیں... لیکن ہم بلاوجہ خون بہانا پسند نہیں کرتے...''

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... چہروں پر خوف پھیل گیا...

''دس قدم آگے آ جاؤ... خبردار کسی نے کوئی حرکت کی تو ہم فائرنگ کر دیں گے...''

وہ دس قدم گن کر آگے آ گئے:

''آفتاب، آصف! تم ان کی رائفلیں اٹھا لاؤ۔''

رائفلیں اب ان کے پیچھے پڑی تھیں... دونوں گئے اور ان

http://www.Paksociety.com

کو اٹھا لائے۔ ادھر انسپکٹر کامران مرزا سب انسپکٹر شاہد کو فون پر صورت حال بتا رہے تھے... جلد ہی وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ حملہ آوروں کو گرفتار کر لیا گیا:

''انہیں بہت ہوشیاری سے لے جانا شاہد... انہیں چھڑانے کی کوشش کی جائے گی۔''

''جی بہتر! آپ فکر نہ کریں۔''

وہ انہیں لے کر چلا گیا... اب انہوں نے اندرونی حصے کا رخ کیا اور بلند آواز میں پکارے:

''مسٹر امتیاز شواری... آپ باہر آ سکتے ہیں... ان لوگوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔''

''کیا واقعی!'' اندر سے آواز آئی۔

''ہاں! آپ بے فکر ہو کر باہر آ جائیں... لیکن ذرا جلدی ... کیونکہ جب حملہ آوروں کو بھیجنے والے کو اطلاع ملے گی کہ اس کے آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو وہ آپ کو ختم کرنے کے لیے دوسرا گروپ بھیج دے گا... اور اس وقت آپ کا دروازہ بھی ٹوٹنا پڑا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔''

پھر وہ دونوں ان کے پاس آ گئے:

''آیئے جلدی کریں... یہ جگہ آپ کے لیے بالکل غیر محفوظ ہے۔''

اور وہ انہیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر وہاں سے لے اڑے... جلد ہی وہ اپنے گھر میں داخل ہو رہے تھے... انہوں نے بیگم امتیاز شواری کو بیگم کامران مرزا کے حوالے کیا اور انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئے... ساتھ ہی انسپکٹر شاہد کے نمبر ملائے:

''ہاں! شاہد... کیا رپورٹ ہے۔''

''انہیں خفیہ عمارت نمبر 1 میں پہنچا دیا گیا ہے۔''

''خوب! میرے گھر کے اردگرد کچھ سادہ لباس والے مقرر کر دو... کیونکہ ان لوگوں کی طرف سے حملے کا امکان ہے۔''

''او کے سر۔''

فون بند کر کے وہ امتیاز شواری کی طرف مڑے:

''اب آپ اپنی کہانی سنا دیں۔''

''میری کہانی... کیا مطلب۔'' وہ زور سے چونکا۔

''مطلب یہ کہ شاہ باز ہوتی آپ کو جان سے کیوں مروانا

http://www.paksociety.com

چاہتے ہیں۔''

''آپ کے آنے سے پہلے تک کوئی بات بھی نہیں تھی... یہ تو آپ ہی کا بیان ہے کہ وہ میری جان لینا چاہتے ہیں... جب کہ میں ایسا نہیں سمجھتا۔''

''کیا آپ نے ان لوگوں کی آوازیں پہچان نہیں لیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''ہاں ہاں بالکل... میں یہ آوازیں شاہ باز ہوتی صاحب کی کوٹھی میں سنتا رہا ہوں۔''

''ثابت ہوا کہ وہ آپ کی جان لینا چاہتے ہیں۔''

''آخر کیوں۔''

''آپ کو ان کا کون سا راز معلوم ہے۔''

''کوئی بھی نہیں۔''

''اب آپ مجھ سے جھوٹ بول رہے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''23 اگست کی شام کو وہ کہاں تھے۔''

''کیا مطلب... وہ بہت زور سے اچھلا... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

''میں نے آپ سے پوچھا... 23 اگست کی شام کو وہ کہاں تھے؟''

''مجھے نہیں معلوم... وہ جہاں جاتے ہیں، مجھے بتا کر نہیں جاتے۔''

''اس کے باوجود تم جانتے ہو... وہ 23 اگست کی شام کو کہاں تھے... اس لیے کہ انہوں نے تمہیں بھی وہاں بلایا تھا اور تم وہاں گئے تھے... اب تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں نہیں معلوم وہ کہاں تھے۔''

''ہاں اچھی بات ہے... آپ کی معلومات غلط ہیں... مجھے نہیں معلوم وہ کہاں گئے تھے اور نہ انہوں نے مجھے اس جگہ بلایا تھا۔''

''پکی بات ہے؟'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''بالکل پکی... اگر میری بات غلط ثابت ہو جائے تو جو چور کی سزا وہ میری۔''

''اچھی بات ہے... تو پھر سنو... وہ 23 اگست کی شام کو انشارجہ کے سفیر کے بلانے پر سفارت خانے میں گئے تھے۔''

''کیا... نہیں۔'' وہ چلا اٹھا۔

http://www.pakfunplace.com

''اور وہاں جانے کے بعد انہوں نے فون پر تمہیں ہدایات دی تھیں کہ تم بھی وہاں آجاؤ۔''

''نہیں... نہیں۔''

وہ اچھل پڑا... اس کی آنکھیں خوف کی زیادتی سے پھیل گئیں۔

☆☆☆☆☆

http://www.pakfunplace.com

کیا!!!

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے... پھر انسپکٹر کامران مرزا نے کہا:

''میرے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے... میں تمہیں وہ ثبوت دکھا سکتا ہوں... اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہوگا کہ اس بات کو تسلیم کرلو۔''

''یہ بات درست نہیں... شاہ باز ہوتی نے 23 اگست کی شام کو انشارجہ کے سفیر سے سفارت خانے میں ملاقات نہیں کی تھی... جب یہ ملاقات ہوئی ہی نہیں تو مجھے کیونکر وہاں بلا سکتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... تم یوں نہیں مانو گے... اب شاہ باز ہوتی کے دفتر کے چپراسی عبدالکریم خان کو ہی یہاں بلانا ہوگا...

وہ ساری تفصیل بتائیں گے... کیونکہ شیخی میں آکر تم نے خود انہیں ساری تفصیل بتائی تھی۔"

"نن... نہیں۔" وہ اچانک خوف زدہ ہو گیا۔

"اب کیا کہتے ہو... عبدالکریم کو بلائیں۔"

"نن نہیں... اس کی ضرورت نہیں، آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

"اس روز انشارجہ کے سفیر نے شاہ باز ہوتی کو وہاں کیوں بلایا تھا۔"

"وجہ مجھے معلوم نہیں۔"

"خیر... آپ کو وہاں کیوں بلایا گیا تھا۔"

"مم... ہپ... نن۔" اس کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"ہاں ہاں کہیے... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"نن... میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تب پھر تمہیں امتحان گاہ لے جانا ہوگا... وہاں جب کسی انسان کو کسا جاتا ہے تو اس وقت وہ فوراً سوالات کے جوابات دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔"

"آپ کو جو کرنا ہے... کرلیں... میں یہ بات نہیں بتا سکتا۔"

"تمہاری مرضی۔"

ایسے میں ان کے فون کی گھنٹی بج اٹھی... انہوں نے چونک کر دیکھا... فون صدر صاحب کا تھا... انہوں نے فوراً بٹن دبا دیا اور بولے:

"یس سر... کیا حکم ہے سر۔"

"شاہ باز ہوتی کا ماتحت امتیاز شواری آپ کے پاس ہے کامران مرزا؟"

"یس سر۔"

"اسے فوراً چھوڑ دیں..."

"سر! اس سے بہت ضروری باتیں معلوم کرنی ہیں... تھوڑی دیر تک اسے فارغ کر دیا جائے گا۔"

"لیکن بھئی... انہوں نے مجھ سے خاص طور پر درخواست کی ہے... کہ اسے چھوڑ دیا جائے... اگر اس کا کوئی جرم ثابت ہو جائے تو وہ ذمے دار ہوں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے... شاہ باز ہوتی ذمے دار ہوں

http://www.paksociety.com

گے۔'' انہوں نے پوچھا۔

''ہاں! انہوں نے یہی کہا ہے۔''

''جرم ہی تو ثابت کرنے کے لیے اسے روکا ہے سر... روکا نہیں جائے گا تو جرم بھی ثابت نہیں ہو سکے گا۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا مطلب؟''

''سر! کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ شاہ باز ہوتی صاحب نے 23 اگست کی شام کو انشارجہ کے سفیر سے ملاقات کی ہے... اور یہ ملاقات سفارت خانے میں ہوئی ہے۔''

''نہیں نہیں! یہ بات میرے علم میں نہیں۔''

''لیکن کیوں سر... وہ ہمارے ملک کے محکمہ خارجہ کے چیف سیکرٹری ہیں... اگر انہوں نے انشارجہ کے سفیر سے ملاقات کی ہے تو آپ کو اس ملاقات کی تفصیل بتانی چاہیے تھی... اب آپ کو کیا پتا یہ ملاقات کس سلسلے میں ہوئی... آخر انہوں نے اس ملاقات کو خفیہ کیوں رکھا... اور وہ بھی آپ سے۔''

''یہ بات میرے لیے پریشانی کی ہے۔''

''اسی لیے میں اس معاملے کی تہ میں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں... اور اس سلسلے میں امتیاز شواری سے پوچھ گچھ کر رہا

ہوں... اب آپ بتائیں... اسے روکنا چاہیے یا نہیں۔''

''ان حالات میں تو روکنا چاہیے۔''

''بس تو آپ ان سے کہہ دیں... شواری کو تھوڑی دیر تک فارغ کر دیا جائے گا... لیکن اگر اس کا کوئی جرم ثابت ہو گیا تو اس صورت میں نہیں چھوڑا جائے گا۔''

''کامران مرزا۔'' صدر صاحب بولے۔

''یس سر۔''

''اس طرح الجھن پیدا ہونے کے امکانات ہیں... تم ایسا کرو کہ اس سے جلد از جلد پوچھ گچھ کر لو... اور اسے فارغ کر دو... ادھر میں ہوتی سے کہہ دیتا ہوں... شواری آ رہا ہے۔'' صدر صاحب جلدی جلدی بولے۔

''اچھی بات ہے... جیسے آپ مناسب سمجھیں کریں۔''

فون بند کر کے وہ شواری کی طرف مڑے:

''ہاں تو مسٹر شواری... آپ کچھ بتانے پر آمادہ ہیں یا نہیں۔''

''نہیں۔'' اس نے بے فکری کے انداز میں کہا۔

''لے چلو بھئی... اسے کمرۂ امتحان میں۔

http://www.Paksociety.com

''اوکے۔'' سب انسپکٹر شاہد نے فوراً کہا:

اسے کمرۂ امتحان میں لایا گیا... انسپکٹر کامران مرزا وغیرہ بھی وہیں آ گئے... جب اس کا جسم پوری طرح تن گیا اور منہ سے چیخیں نکلنا شروع ہوئیں تو انہوں نے کہا:

''اب کیا خیال ہے شواری۔''

''میں نے آپ کو بھی اس شکنجے میں نہ کسوایا تو میرا نام بھی شواری نہیں۔''

''اچھی بات ہے... تم اس ملاقات کی بات کرو۔''

''وہ ملاقات سرسری تھی... اس میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔''

''تب پھر اس ملاقات کو خفیہ کیوں رکھا گیا۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''یہ آپ شاہ باز صاحب سے پوچھیں۔''

''خیر تم اپنی حد تک بات بتا دو... تمہیں کس لیے بلایا گیا تھا۔''

اس نے کوئی جواب نہ دیا... بس چیخ و پکار کرتا رہا:

''شاید... یہ اس طرح نہیں بولے گا... تیسرا گیئر لگاؤ۔''

''لگا لو انسپکٹر چوتھا بھی لگا لو... تمہیں حساب دینا پڑے گا۔''

''دیکھا جائے گا...''

اور شکنجے کو آخر تک کس دیا گیا... اس وقت معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہو گیا... وہ چلا اٹھا:

''میں نے بتانے کے لیے تیار ہوں... سب کچھ بتانے کے لیے۔''

''تو بتاؤ۔''

''بتاؤں کیسے... میری جان پر بنی ہے۔''

''قدرے نرم کرو بھئی... بتانے سے انکار کرے تو پھر اسی درجے پر کس دو۔''

''جی اچھا۔''

شکنجے کا تناؤ کم کیا گیا... اس وقت اس نے کہا:

''حکومت کی بعض پالیسیوں پر بات ہوئی تھی... اور ہوتی صاحب پر سفیر نے زور دیا تھا کہ وہ فلاں فلاں پالیسی کی شدید مخالفت کریں... ان کو چلنے نہ دیں... ہوتی صاحب نے دلاسا دیا تھا... کہ یہ کام ہو جائے گا۔''

http://www.pakistanipoint.com

''بہت خوب!''

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے فون کان سے لگایا تو صدر صاحب کہہ رہے تھے:

''کامران مرزا! مجھ پر شدید دباؤ ہے... انشارجہ کے صدر کا بھی فون آیا ہے۔''

''پہلے آپ یہ سن لیں کہ 23 اگست کی شام کو شاہ باز ہوتی نے انشارجہ کے سفیر سے ملاقات کی تھی اور اس ملاقات میں انشارجہ کے سفیر نے ہماری کابینہ کی چند پالیسیوں پر تنقید کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ وہ ان کی مخالفت کریں۔ اور اب آپ خود دیکھ لیں کہ 23 اگست کے بعد کابینہ کا جو اجلاس ہوا، اس میں شاہ باز ہوتی نے کون کون سی پالیسیوں کی مخالفت کی تھی...''

''اوہ... کامران مرزا اوہ... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''

''اسی لیے میں نے ابھی تک اسے نہیں چھوڑا۔''

''اور چھوڑنا بھی نہیں... میں شاہ باز ہوتی کو فون کر کے اپنے دفتر طلب کرتا ہوں... اجلاس کے دوران اس نے جن پالیسیوں کو شدومد سے مخالفت کی... ان پر نشان لگاتا ہوں اور یہ معاملہ پوری کابینہ کے سامنے رکھتا ہوں۔''

''بالکل ٹھیک سر...'' وہ مسکرائے۔

فون بند کر کے وہ شاہد کی طرف مڑے:

''اسے کھول دو... اس سے جو معلوم کرنا تھا، کر چکے... تاہم اسے حوالات میں بند کر دو... رہا نہیں کیا جائے گا۔''

اب وہ کچھ نہ بولا... شاہد کے ماتحت اسے لے گئے... اب وہ بھی وہاں سے واپس پلٹے... اس وقت آفتاب نے کہا:

''یہ کیس ہمارے پلے نہیں پڑا... اب تک ہم نے یہ اندازے لگائے ہیں کہ آپ پہلے ہی شاہ باز ہوتی کی نگرانی کراتے رہے ہیں۔''

''ہاں! آفتاب یہی بات ہے... دراصل اس کے دفتر کے ماتحت نے مجھے خفیہ طور پر یہ بتایا تھا کہ شاہ باز ہوتی کا کردار مشکوک ہے... آپ اس کی طرف توجہ دیں... جس نے اطلاع دی تھی... اس نے درخواست کی تھی کہ اس کا نام کسی کو نہ بتایا جائے اور میں تم لوگوں کو بھی نہیں بتاؤں گا... بہرحال اس روز سے اس کی خفیہ نگرانی شروع کر دی تھی... اور اس سلسلے میں معلوم ہوا کہ 23 اگست کو شاہ باز ہوتی نے انشارجہ کے سفیر سے ملاقات کی تھی... میں نے اس سے اگلے دن کے اخبارات کو

بغور دیکھا... اس ملاقات کی کوئی خبر اخبارات میں نہیں تھی ... اس کا مطلب ہے... وہ ملاقات خفیہ تھی... حکومت کا ایک ذمے دار عہدے دار ایسی کوئی ملاقات خفیہ نہیں کرسکتا... یہ بات ملک اور قوم کے مفاد کے خلاف ہے، میں اس سلسلے میں ابھی مزید خفیہ تحقیقات کرنا چاہتا تھا... لیکن ایسے میں اس کی والدہ آ گئی... اور اس نے یہ عجیب درخواست کر ڈالی کہ وہ اپنے بیٹے کی واپسی چاہتی ہیں... اس سے میں سمجھ گیا کہ ماں کا دل بھی یہ بھانپ چکا ہے کہ اس کا بیٹا غلط راستے پر چل نکلا ہے... سو میں نے فوری طور پر اس کے خلاف کام شروع کردیا..."

"لیکن اب کیا ہوگا۔"

"اب صدر صاحب جانیں... ہمارا جو کام تھا... ہم نے کردیا۔"

"حالات اور واقعات اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ شاہ باز ہوتی انشارجہ کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

"اس میں تو خیر اب شک نہیں... خیر آؤ... گھر چلیں... ہمارا کام ختم ہوا۔"

"لیکن آپ اس کی ماں کو کیا بتائیں گے۔"

"یہی کہ ان کے بیٹے کی واپسی ہوگئی ہے۔"

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے دیکھا... فون صدر صاحب کا تھا، انہوں نے موبائل کان سے لگالیا۔ صدر صاحب کہہ رہے تھے:

"کامران مرزا... بالکل نئی خبر... شاہ باز ہوتی غائب ہے۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

http://www.paksociety.com

اٹلانٹا

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... آخر انہوں نے کہا:

''یہ تو بہت عجیب بات ہوگئی سر... ابھی تو ان کا کوئی واضح جرم بھی سامنے نہیں آیا تھا... نہ قانون انہیں گرفت میں لے سکتا تھا... زیادہ سے زیادہ ہوتا یہ کہ انہیں ملازمت سے فارغ کر دیا جاتا... تب پھر وہ غائب کیوں ہو گئے۔''

''اسی بات پر تو حیرت ہے۔''

''پھر اب آپ کا کیا حکم ہے۔''

''ان کی گم شدگی پراسرار ہے... پریشانی میں مبتلا کر رہی ہے... لہٰذا انہیں تلاش تو کرنا ہوگا۔''

''اچھی بات ہے... اب ہم اس کیس پر کام شروع کرتے ہیں... وہ غائب کہاں سے ہوئے ہیں سر۔''

''کچھ دیر پہلے انہوں نے امتیاز شواری کے سلسلے میں فون کیا تھا... اب میں نے انہیں فون کرنا چاہا تو فون بند تھا... ان کے دفتر فون کیا، وہ دفتر میں بھی نہیں تھے... گھر فون کیا... گھر بھی نہیں ملے...''

''لیکن سر! اتنی سی بات سے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں۔''

''میں یہ بات کہہ سکتا ہوں۔'' صدر صاحب یہ کہتے ہوئے ہنسے۔

''جی... کیا مطلب؟''

''میں ان سے جس نمبر پر رابطہ کرتا ہوں... اس نمبر کو کسی بھی وقت کسی بھی صورت میں بند نہیں کیا جا سکتا... نہ اس کی بیٹری آف ہو سکتی ہے... اس کے ساتھ آٹو ٹریک چار جر منسلک ہے... اور وہ فون اس وقت بند ہے... ان کے باقی فون بھی بند ہیں... آخر کیوں؟''

''آپ کا آخر کیوں کافی خوفناک ہے... ہم اسی وقت جا رہے ہیں اور ان کے بارے میں جو بھی معلوم ہو سکا... آپ کو بتائیں گے۔''

http://www.paksociety.com

''بالکل ٹھیک یہی میں چاہتا ہوں۔''

''ویسے آپ فکر نہ کریں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے ہنس کر کہا۔

''یہ کیا کامران مرزا! تم ہنس رہے ہو اور ادھر مارے فکر کے میرا بُرا حال ہے۔''

''میں ہنس اس لیے رہا ہوں کہ وہ جہاں بھی گئے ہیں... مجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔''

''وہ... وہ کیسے؟'' صدر صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ معاملہ شروع ہونے سے بھی پہلے میں ان کی نگرانی کرا رہا ہوں۔''

''اوہو... اچھا... بھئی واہ... تمہارا جواب نہیں کامران مرزا... ملک اور قوم کے ہمدرد ہوں تو تم جیسے۔''

''انسانیت کے پہلے سر۔'' انہوں نے ٹوک دیا۔

''ہاں انسانیت کے پہلے... اور ہمارا دین بھی سب سے پہلے انسانیت کے احترام کی ہی تلقین کرتا ہے۔''

''تلقین تو سارے ہی مذہب کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان مذاہب کے ماننے والے دکھاوا تو کرتے ہیں لیکن اپنے

مذہب کی تعلیمات پر عمل بالکل نہیں کرتے۔''

''بہرحال.... تو تم بہت جلد مجھے بتاؤ گے کہ وہ کہاں ہے۔''

''یہی امید ہے...''

صدر صاحب کے فون کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اس خاص ماتحت کو فون کیا... جس کے ذمے شاہ باز ہوتی کی نگرانی تھی... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

''ہاں بھئی کیا رپورٹ ہے۔''

''سر! وہ چال چل گئے۔''

''کیا مطلب؟'' انسپکٹر کامران مرزا بلند آواز میں بول پڑے۔

''لیکن آپ گھبرائیں نہیں... ہمیں پھر بھی وقت پر پتا چل گیا... ہوا یہ کہ اس وقت سے ٹھیک ایک گھنٹے پہلے وہ گھر سے اپنی کار میں معمول کے مطابق نکلے... وہ سیدھے اپنے ایک دوست اعجاز عارف کے گھر گئے... وہاں سے وہ ان کی کار میں ان کے ساتھ باہر نکلے... ہم نے تعاقب جاری رکھا... اور پھر ہم نے انہیں ائرپورٹ کا رخ کرتے دیکھا۔''

http://www.paktunplace.com

''کیا!!!'' انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

''جی ہاں... جب وہ کار سے نکلے، اس وقت بھی ان کے ہاتھ میں کوئی سامان نہیں تھا... اب سر... اس سے تو یہی گمان ہوتا ہے نا... کہ وہ کسی مہمان کو لینے کے لیے گئے ہیں، لیکن اچانک وہ مسافروں والے حصے میں داخل ہوئے اور اندر چلے گئے... اس وقت ہمیں پتا چلا کہ وہ بیرون ملک جا رہے ہیں... اور سر! اس وقت بیرون ملک جانے والی صرف ایک پرواز تیار تھی... اور وہ اٹلانٹا جا رہی تھی۔''

''اٹلانٹا... انشارجہ کی ایک قریبی ریاست جہاں انشارجہ کا ہی قانون چلتا ہے۔'' انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''یس سر۔''

''خیر... وہ اٹلانٹا چلا گیا... اور کچھ... کیا اس کے بعد تم نے اپنا کام ختم کر دیا۔''

''نہیں سر... اٹلانٹا میں ہمارا کارکن موجود ہے... فوری طور پر اسے اطلاع دے دی گئی ہے... جونہی شاہ باز ہوتی جہاز سے اتر کر باہر آئے گا... اس کا تعاقب شروع ہو جائے گا...''

''اوہ... اوہ... بہت خوب! معلوم کرو... اٹلانٹا اب

پرواز کب جائے گی۔''

''مجھے پہلے ہی اندازہ تھا سر... میں نے آپ کے لیے سیٹیں بک کروالی ہیں، آج رات 12 بجے کرتیس منٹ پر آپ کی پرواز ہے۔ اور ویزا آپ کو arrival پر ہی ملے گا۔''

''بہت خوب! یہ ہوئی نا بات اور اعجاز عارف کا کیا تعارف ہے۔''

''یہ شخص صرف شاہ باز ہوتی کا دوست ہے... شریف آدمی ہے... سرکاری ملازم ہے... لیکن اسے معلوم نہیں کہ شاہ باز ہوتی کی زندگی کا کوئی اور پہلو بھی ہے۔''

''یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟'' انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

''اعجاز عارف کے بارے میں کبھی بھی کوئی بات سننے میں نہیں آئی۔''

''خیر! ابھی ہماری پرواز میں بہت وقت ہے... ہم اس سے بھی مل لیتے ہیں، پتا بتا دو۔''

''910 البرٹ روڈ۔''

''شکریہ نمبر ایک۔''

www.paklinplace.com

وہ اسی وقت 910 البرٹ روڈ پہنچ گئے... اعجاز عارف کا گھر عام سا تھا... اس سے کوئی شان و شوکت نہیں ٹپک رہی تھی ... البتہ سادگی نمایاں تھی... دستک کے جواب میں ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا... اس نے ان کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تو انہوں نے اپنا تعارف کرایا... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... پھر وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا... اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد اس نے کہا:

''فرمایئے! آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں... آپ لوگ تو بہت مشہور لوگ ہیں... مجھ سے کیا کام آپڑا آپ کو۔''

''ہم آپ کے دوست شاہ باز ہوتی کے سلسلے میں آئے ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ بُری طرح چونکے۔

''مسٹر شاہ باز ہوتی ملک سے اچانک غائب ہو گئے ہیں ... جب کہ وہ ایک ذمے دار عہدے دار ہیں... ان کا اس طرح غائب ہو جانا... ملک کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے... آخری بار انہیں آپ کے ساتھ دیکھا گیا آپ انہیں ایر پورٹ پر چھوڑنے گئے تھے... کیا یہ بات درست

نہیں۔''

''یہ بات بالکل درست ہے... ابھی چند گھنٹے پہلے ہی تو میں انہیں ائر پورٹ چھوڑ کر آیا ہوں... لیکن آپ کی یہ بات درست نہیں کہ وہ ملک سے فرار ہو گئے ہیں... ان کے بیوی بچے اٹلانٹا میں رہتے ہیں... وہ ہر ماہ ان سے ملنے کے لیے وہاں جاتے ہیں... اور ایسا باقاعدہ سرکاری اجازت سے ہوتا ہے ... میرا مطلب ہے... وہ چھٹی لے کر جاتے ہیں۔''

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں... آج وہ چھٹی لے کر نہیں گئے... خفیہ طور پر ملک سے نکل گئے ہیں... اب ذرا یہ بھی بتا دیں... وہ اپنی گاڑی یہاں کیوں چھوڑ کر گئے ہیں... وہ اپنے ڈرائیور کو بھی ساتھ لے جا سکتے تھے... ڈرائیور گاڑی واپس کوٹھی میں لے جاتا۔''

''میں نے آپ کو بتایا نا... کہ ان کے بیوی بچے اٹلانٹا میں رہتے ہیں... وہ جب بھی جاتے ہیں... اپنی گاڑی لے کر پہلے میرے پاس آتے ہیں... اور یہاں سے انہیں میں ائر پورٹ تک لے جاتا ہوں... دراصل وہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی کار ملازمین کے قبضے میں رہے اور وہ اسے استعمال کرتے پھریں۔''

http://www.Paksociety.com

''ہوں... میں سمجھ گیا... آپ کا اپنے دوست شاہ باز ہوتی کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''بہت دیانت دار اور صاف آدمی ہیں۔''

''شکریہ! ہمیں بس یہی معلوم کرنا تھا... ویسے اگر وہ بہت دیانت دار اور صاف آدمی ہوتے تو ملک سے یوں چوری چھپے نہ چلے جاتے۔''

''یہ آپ کا کہنا ہے... اور اگر وہ تین چار دن بعد لوٹ آئے۔''

''اس صورت میں ہم آپ کی بات کو درست مان لیں گے۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا... اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے... اور اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی طرف دیکھا:

''کیا بات ہے... بہت دیر سے بالکل خاموش ہو۔''

''ہم حیران ہیں... آخر اس کیس کا سرپیر کہاں ہے... ایک ماں اپنے بیٹے کی واپسی چاہتی تھی... ہم اس کا مطلب تو سمجھ نہ سکے... اور کیس پر کام شروع کر دیا... لیکن آپ شاہ باز ہوتی کے بارے میں پہلے سے پریشان تھے... اور اس کی نگرانی

کروا رہے تھے... اس لیے اس کی والدہ کا مطلب سمجھ گئے۔''

''ہاں ایسی بات ہے... چلو اب ذرا اس کی والدہ سے بھی دو دو باتیں کر لیں... کیونکہ اس بے چاری کو تو شاید معلوم تک نہیں ہے... اس کا بیٹا کہاں چلا گیا... اور یہ کہ شاید ہی وہ واپس اس ملک میں آئے گا۔''

''گویا... وہ... اپنی والدہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔''

''میرے خیال میں تو کم از کم یہی بات ہے۔''

''اور آپ اس کی والدہ سے ملنے کے لیے جا رہے ہیں... اسے یہ خبر کیسے سنائیں گے۔''

''ابھی اس کے بیٹے کی واپسی نہیں ہوئی۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

''تو آپ اس کے بیٹے کو واپس لائیں گے۔''

''میں کچھ نہیں کہہ سکتا... کیا ہوتا ہے... اور کیا نہیں ہوتا... یہ تو اللہ کو پتا ہے... ویسے بھی ہمارا مسئلہ ملک ہے... نہ کہ کوئی ایک شخص... شاہ باز ہوتی اگر ملک کا دشمن تھا... تب تو ہمیں اس سے نجات مل گئی... رہ گئی سزا... بہت سے ملک دشمن ملک سے فرار ہو جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں... تب بھی

http://www.Paksociety.com

قدرت کی طرف سے انہیں سزا مل کر رہتی ہے... آؤ... پہلے اس کی ماں سے مل لیں... شاید ہمیں شاہ باز کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں۔''

ایک بار پھر وہ شاہ باز ہوتی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... انہوں نے اس کی والدہ کو پہلے ہی فون کر دیا تھا... لہٰذا گارڈز نے فوراً ہی انہیں اندر پہنچا دیا۔

''بہت جلد آپ لوگوں کو دوبارہ دیکھ رہی ہوں۔''

''کیا آپ کو معلوم ہے... آپ کے بیٹے کہاں ہیں۔''

''ہاں! کیوں نہیں... وہ اپنے دوست اعجاز عارف سے ملنے کے لیے گیا ہے... کہہ گیا تھا کہ دیر سے لوٹے گا۔''

''اسی لیے آپ اطمینان سے بیٹھی ہیں۔'' آفتاب مسکرایا۔

''کیوں... کیا بات...'' اس نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

''شاہ باز ہوتی یہاں سے ضرور اپنے دوست اعجاز عارف کے ہاں گیا ہے... لیکن وہاں سے وہ اعجاز کے ساتھ کار میں نکلا تھا... اور سیدھا ائرپورٹ چلا گیا تھا... اعجاز عارف کا کہنا ہے کہ وہ اٹلانٹا چلے گئے ہیں۔''

''اوہو اچھا... حیرت ہے... کمال ہے...'' شاہ باز ہوتی کی ماں کے منہ سے نکلا۔

''کیا ان کے بیوی بچے ہمیشہ سے وہیں رہتے آئے ہیں۔''

''ہاں! یہاں بھی آتے ہیں... لیکن کبھی کبھار... دراصل شاہ باز نے تعلیم حاصل کرنے کے دوران وہیں شادی کی تھی... بیوی نے ادھر آنے سے انکار کر دیا... اب وہ اپنے بچوں کے ساتھ وہیں رہتی ہے۔ شاہ باز مہینے دو مہینے بعد خود ان سے مل آتا ہے۔''

''اوہ اچھا... آپ کا شکریہ... ہم نے آپ کے بیٹے کی واپسی کا وعدہ کیا تھا... ہم انشاء اللہ اس وعدے کو پورا کریں گے۔''

''مجھے حیرت ہے... وہ اس بار بتائے بغیر کیوں چلا گیا۔''

''ہم اٹلانٹا جا رہے ہیں... بہت جلد آپ کو ساری بات بتائیں گے۔''

''اوہو... اچھا۔'' وہ حیرت زدہ رہ گئی... پھر وہ اٹھ آئے... اور ایرپورٹ پر پہنچ گئے... ایرپورٹ پر ہی نمبر 1 نے انہیں اطلاع دی کہ شاہ باز ہوتی اٹلانٹا پہنچ گیا ہے اور وہاں

http://www.paksociety.com

اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے پاس موجود ہے...''

''بہت خوب... پتا لکھوا دو۔''

انہوں نے پتا نوٹ کرلیا... دوسرے دن شام کے وقت وہ اس پتے پر پہنچ چکے تھے اور آفتاب دروازے پر دستک دے رہا تھا... جلد ہی انہوں نے شاہ باز ہوتی کو باہر نکلتے دیکھا... جونہی... اس کی نظر ان پر پڑی... وہ بہت زور سے اچھلا... اس کی آنکھوں میں سارے زمانے کی حیرت سما گئی... اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا... آخر آفتاب نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا:

''گویا آپ ہمیں اندر چلنے کے لیے نہیں کہیں گے۔''

''اوہ ہاں... آیئے...'' اس نے زبردستی یہ الفاظ منہ سے نکالے... پھر وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

''آپ تو اس طرح چھپ کر ملک سے نکلے جیسے کوئی۔'' آفتاب کہتے کہتے رک گیا۔

''مجھے کام ہی ایسا آپڑا تھا... آپ کیا پئیں گے۔''

''کچھ بھی نہیں... ہم آپ سے باتیں کرنے کے لیے آئے ہیں... آپ کی والدہ آپ کی واپسی چاہتی ہیں اور یہ کام وہ ہم

سے لینا چاہتی ہیں... لہٰذا آپ اسی جگہ سے ہمارے ساتھ چلیں گے۔''

''سوری... مجھے یہاں کچھ کام ہیں... میں چند دن بعد آسکوں گا۔''

''ہم آپ کو ساتھ لے کر جائیں گے... اس لیے کہ صدر صاحب کو آپ سے بہت ضروری کام ہے... ہمارے پاس صدر صاحب کا آپ کے لیے پیغام موجود ہے... اگر آپ دیکھنا چاہیں... یا پھر آپ پسند کریں تو ہم آپ کی صدر صاحب سے بات کرا سکتے ہیں۔''

''ان سب باتوں کی کوئی ضرورت نہیں... میں چند دن تک آجاؤں گا۔''

''جی نہیں... صدر صاحب کی ہدایات ہیں کہ ہم آپ کو ساتھ لے کر ہی وطن لوٹیں...'' انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

''سوری! میں نہیں جا سکتا۔''

''گویا آپ صدر صاحب کا حکم ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔''

http://www.paksociety.com

''ہاں! یہی بات ہے... اور آپ بھی سن لیں... آپ اس وقت اپنے ملک میں نہیں ہیں... یہاں آپ من مانی نہیں کر سکتے۔''

''اچھی بات ہے... لیکن شاید اب... آپ اپنی ملازمت پر واپس نہیں جا سکیں گے۔''

''مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''اور اپنی والدہ کی۔''

''میں انہیں یہیں بلا لوں گا۔''

ایسے میں دروازے پر زور دار دستک ہوئی... وہ سب بہت زور سے اچھلے... جب کہ شاہ باز ہوٹی کے چہرے پر رونق دوڑ گئی۔

☆☆☆☆☆

جہاز میں

''میں ذرا دروازے پر دیکھ لوں۔''

''آپ بیٹھیں... ہم دیکھیں گے۔''

''آپ دیکھ لیں۔''

''آصف! تم دیکھو... جو کوئی بھی ہو... کہہ دینا... شاہ باز بہت مصروف ہیں۔''

''جی اچھا!'' آصف نے کہا اور باہر نکل گیا... انہوں نے شاہ باز کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ رینگتے دیکھی... جلد ہی آصف اندر داخل ہوا... اس کے چہرے پر پریشانی تھی... اس کے پیچھے اٹلانٹا کی پولیس داخل ہوئی۔

''آیئے... یہ لوگ مجھے پریشان کر رہے ہیں... اور اغوا کر کے لے جانا چاہتے ہیں... میں نے ان کی باتیں ریکارڈ

http://www.paktunplace.com

کر لی ہیں... آپ وہ سن سکتے ہیں۔"

"پولیس اسٹیشن چل کر سن لیں گے۔"

"گویا آپ ہماری بات سنیں گے ہی نہیں۔"

"کیوں نہیں... لیکن پولیس اسٹیشن چل کر۔"

"آپ یہاں تشریف کیسے لے آئے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"مسٹر شاہ باز ہوتی... ہمارے ملک کے ایک بہت باعزت شہری ہیں... ان کی طرف سے خفیہ پیغام ملا تھا... یہ کہ انہیں کچھ لوگ پریشان کر رہے ہیں... سو ہم یہاں آ گئے... آپ کو جو کہنا ہے... وہیں چل کر کہیے گا... کل ہم آپ کو عدالت میں پیش کر دیں گے۔ آپ اپنی صفائی وہاں بھی پیش کر سکتے ہیں۔"

"ہمارے پاس آپ کے ملک کے صدر کے نام ایک خط ہے ... یہ خیال رہے۔"

"آپ وہ خط ہمیں دے دیں... ہم ان تک پہنچا دیں گے۔" پولیس آفیسر مسکرایا۔

"نہیں... آپ ہماری ملاقات ان سے کرا دیں... ورنہ دونوں ملکوں کے تعلقات ایک دم خراب ہو جائیں گے... پھر نہ

کہیے گا... اگر ہم نے ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنے ملک کے صدر کو اپنے بارے میں رپورٹ نہ کی... تو ہمارے ملک کے صدر آپ کے ملک کے صدر سے خود بات کریں گے..."

"ہوں... ٹھیک ہے... میں اپنے آفیسر سے بات کرتا ہوں... پھر جو وہ کہیں گے... وہ کروں گا۔"

اب اس نے ان کے سامنے ہی کسی سے بات کی۔ صورت حال اسے بتائی... پھر دوسری طرف کی بات سننے لگا... آخر اس نے فون بند کر کے کہا:

"پہلے صدر صاحب سے بات کی جائے گی... پھر جو ہدایات ملیں گی... ان پر عمل کیا جائے گا۔ فی الحال آپ لوگ یہیں رہیں گے اور میں بھی یہیں ٹھہروں گا۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور جیب سے موبائل نکال کر نمبر ملانے لگے:

"اب آپ فون کسے کر رہے ہیں۔" شاہ باز ہوتی نے منہ بنایا۔

"آپ لوگ جس سے چاہیں فون پر بات کر سکتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے... کیوں؟"

http://www.pakistanipoint.com

یہ کہتے ہوئے انہوں نے موبائل کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے فوراً صدر صاحب کی آواز سنائی دی... انہوں نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا:

''انسپکٹر کامران مرزا بات کر رہا ہوں... ہم یہاں پہنچ گئے ہیں... شاہ باز ہوتی صاحب سے ملاقات بھی ہو گئی ہے... یہ واپس آنے کے لیے تیار نہیں... مہربانی فرما کر آپ اس سلسلے میں یہاں کے صدر سے بات کریں... یہ لوگ ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں... جب کہ ہمارا کوئی جرم سرے سے نہیں ہے... ہمارے ملک کے ایک ذمے دار آفیسر بغیر کسی کو کوئی رپورٹ کیے اچانک اس ملک میں پہنچ گئے... ہمارے ملک کے بہت سے راز انہیں معلوم ہیں... اور یہ اب یہاں ہی رہنا چاہتے ہیں... حکومت سے کہیں... یہ ہمارے ملازم کو واپس کریں... ورنہ دونوں ملکوں کے حالات انتہائی خراب ہو جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے کامران مرزا! تم فکر نہ کرو... اگر ان لوگوں نے کوئی زیادتی کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم بھی ان سے نبٹ لیں گے...''

''اور اگر یہ نہ مانیں... سر... تب انہیں سانشا کا حوالہ ضرور دے دیجیے گا۔''

''کیا کہا۔'' وہاں موجود پولیس آفیسر سانشا کا نام سن کر بہت زور سے اچھلا۔

''میں آپ سے نہیں... اپنے ملک کے صدر سے بات کر رہا ہوں... درمیان میں دخل اندازی نہ کریں۔''

''بہت خوب انسپکٹر کامران مرزا... تم نے بہت خوب یاد دلایا... میں ابھی اٹلانٹا کے سفیر کو بلا کر اسے ساری صورت حال بتاتا ہوں... اور سانشا کا بھی حوالہ دوں گا۔''

''بالکل ٹھیک سر... اور ذرا جلدی مجھے بتا دیجیے گا۔''

''تم فکر نہ کرو... میں اس فون کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''شکریہ سر۔'' انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اس بات چیت کے دوران شاہ باز ہوتی اور پولیس آفیسر انہیں کینہ توز نظروں سے مسلسل گھورتے رہے تھے... یوں لگ رہا تھا جیسے ان کا بس نہ چل رہا ہو... ورنہ وہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے... آخر پندرہ منٹ بعد پولیس آفیسر کے موبائل

http://www.Paksociety.com

کی گھنٹی بجی... اس نے فوراً موبائل کان سے لگا لیا... آخر وہ فون بند کر کے بولا:

''آپ سب کو پولیس چیف صاحب کے پاس جانا ہوگا... وہ آپ لوگوں کو صدر صاحب کے پاس لے جائیں گے۔''

''ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کندھے اچکائے۔

اور پھر انہیں پولیس چیف کے دفتر پہنچا دیا گیا... وہاں سے وہ پولیس چیف کی جیپ میں ایوان صدر پہنچے... اٹلانٹا کے صدر نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور ان سے بولے:

''آپ کو زحمت ہوئی... ابھی ابھی ساری بات خوش اسلوبی سے طے ہوگئی ہے... آپ شاہ باز صاحب کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔''

''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' شاہ باز ہوتی بوکھلا اٹھے۔

''مسٹر ہوتی... ہم مجبور ہیں... دونوں ملکوں کے تعلقات آپ کی وجہ سے خراب ہونے لگے تھے... بڑی مشکل سے بات طے ہوئی ہے... آپ کو ان کے ساتھ جانا ہوگا... ہمارا عملہ

آپ کو جہاز پر سوار کرائے گا... ساتھ میں یہ لوگ بھی ہوں گے... انسپکٹر کامران مرزا... آپ کو اس پروگرام پر کوئی اعتراض ؟''

''جی... جی نہیں۔'' انہوں نے گڑبڑا کر کہا... کیونکہ ابھی وہ اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکے تھے۔

''بس تو پھر پرواز تیار ہے... آئی جی صاحب ہی آپ لوگوں کو ائرپورٹ لے جائیں گے اور ان کا عملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ یہ ساری تفصیل ہم آپ کے ملک کے صدر کو بتا رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے سر۔'' انہوں نے کہا۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ جہاز میں سوار ہو چکے تھے... جہاز اٹلانٹا ہی کا تھا... جب وہ اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے... تب فرحت نے کہا:

''میں عجیب سی پریشانی محسوس کر رہی ہوں... اگر شاہ باز ہوتی... اٹلانٹا کے لیے کام کرتا تھا... یا انشارجہ اٹلانٹا کے ذریعے شاہ باز ہوتی سے کام لے رہا تھا... تو اب یہ راز کھل جانے کے بعد شاہ باز ہوتی ان لوگوں کے لیے بیکار ہے... لیکن

http://www.paksociety.com

ہم اپنے ملک لے جا کر اس سے بہت کچھ اگلوا سکتے ہیں... لہٰذا ان حالات میں اٹلانٹا اور انشارجہ بھلا کیا کر سکتے ہیں۔''

''ہاں! کوئی نہ کوئی گڑبڑ کی جائے گی... مجھے بھی یہی محسوس ہو رہا ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے۔

''اور ہم ہیں جہاز میں... بھلا جہاز میں ہم کیا کر سکیں گے۔'' فرحت بولی۔

''اور یہ کیا کر سکیں گے جہاز میں۔'' آفتاب نے اس کی طرف دیکھا۔

''میرا خیال ہے... کچھ نہ کچھ ہونے والا ضرور ہے... اور ہمیں ہر طرح تیار رہنا چاہیے۔''

''ایک منٹ ٹھہرو...'' یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے گھنٹی بجا دی۔ ایک ایئر ہوسٹس بہت تیزی سے ان کی طرف آئی:

''یس سر۔''

''جہاز میں پیراشوٹ موجود ہیں۔''

''جی بالکل ہیں۔''

''شکریہ! ہمیں بتا دیں... وہ کہاں ہیں۔''

''کیوں... کیا آپ کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔''

''میرے پاس چند آلات موجود ہیں... اور ان آلات کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس جہاز میں بم موجود ہے... اور جہاز کسی بھی لمحے تباہ ہو جائے گا۔''

''کیا!!!'' بے شمار لوگ مارے خوف کے چلا اٹھے۔

''میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔'' انسپکٹر کامران مرزا پکارے۔

''آپ کیوں خوف و ہراس پھیلا رہے ہیں۔'' ایئر ہوسٹس چلائی۔

''ہم لوگوں کی زندگیاں بچانا چاہتے ہیں... آخر اس میں کیا حرج ہے کہ ہم پیراشوٹ باندھ لیں...''

''بالکل ٹھیک... بالکل ٹھیک۔'' تمام مسافر چلا اٹھے۔

''پیراشوٹ سیٹوں کے نیچے ہوتے ہیں۔'' ایئر ہوسٹس نے گھبرا کر کہا۔

اب سب لوگ اپنے اپنے پیراشوٹ نکالنے لگے... لیکن انہیں تو پیراشوٹ باندھنے ہی نہیں آتے تھے... یہ بات محسوس کر کے انسپکٹر کامران مرزا سیٹوں کے درمیان میں آ گئے۔ انہوں نے سب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:

''میں آپ لوگوں کو پیراشوٹ باندھ کر دکھا دیتا ہوں۔''

''شکریہ شکریہ... آپ بہت اچھے ہیں۔''

ادھر ایئر ہوسٹس بڑے بُرے منہ بنا رہی تھی... اور بار بار کہہ رہی تھی:

''بلاوجہ ڈر رہے ہیں آپ لوگ... کچھ نہیں ہو رہا... جہاز پرسب خیریت ہے۔''

''چلو اگر ہر طرح خیریت ہے اور ہم پیراشوٹ باندھ لیتے ہیں تو اس سے کیا نقصان ہو جائے گا۔''

''ہاں! نقصان تو خیر اس میں کوئی نہیں۔''

''بلکہ اطمینان کا باعث ہو رہی ہے یہ بات۔'' فرحت مسکرائی۔

''کوئی آپ لوگوں سے پوچھے... آپ کو خواب آیا ہے کہ جہاز میں بم رکھ دیا گیا ہے۔''

''ہم نے خواب نہیں دیکھا... اس لیے کہ ہم حالات کا جائزہ لے کر بات کرتے ہیں اور یہ بات ہم نے حالات کا جائزہ لے کر کی ہے... مسٹر شاہ باز... آپ نے اب تک پیراشوٹ نہیں باندھا۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔'' اس نے منہ بنایا۔

''لیکن ہم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں... اس لیے کہ ہمیں آپ کو اپنے وطن میں لے کر جانا ہے۔''

''بھاڑ میں گیا تمہارا وطن اور تم۔''

''ہائیں ہائیں... مسٹر شاہ باز ہوتی... یہ آپ کہہ رہے ہیں... حالانکہ وہ آپ کا ہی نہیں... آپ کی والدہ کا بھی ملک ہے۔''

''وہ ملک میری والدہ کا ہوگا... میرا نہیں۔''

''کیا!!! یہ کیا کہا آپ نے۔'' انسپکٹر کامران مرزا دھک سے رہ گئے۔

''ٹھیک کہا ہے میں نے۔''

''اچھا یہ بات ہے... تو پھر یہ لو۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گریبان سے پکڑ کر سیٹ سے اٹھا لیا اور اسے زبردستی پیراشوٹ باندھ دیا... وہ ہاتھ پاؤں مارتا رہ گیا۔

اس کے ساتھ ہی کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا:

☆☆☆☆☆

http://www.paksociety.com

مزے کی بات

آفتاب کے پاؤں زمین کو لگے... تو اس نے چاروں طرف دیکھا... سورج سر پر چمک رہا تھا... وہ جنگل کے ایک ٹکڑے پر تھا اور اسے اپنے سامنے سمندر نظر آ رہا تھا... پیچھے دیکھا تو بہت اونچے اونچے درختوں کا سلسلہ دور تک جاتا نظر آیا... درختوں پر پیچھے کی قسم کے پھل لٹک رہے تھے... اس نے پیراشوٹ سے جان چھڑائی اور ریت پر لیٹ گیا... سمندر کا پانی اس کے پاس آ کر واپس لوٹنے لگا...

''پتا نہیں... باقی لوگ کہاں گرے ہوں گے... اُف مالک... کیا یہ سب ایک شاہ باز ہوتی کو ہلاک کرنے کے لیے کیا گیا اور ساتھ میں ہمیں بھی... تاکہ قصہ ہی پاک ہو جائے... افسوس ان لوگوں نے بلاوجہ بے چارے مسافروں کو بھی ہلاک کر

ڈالا...

ذرا سی دیر میں اس کے دماغ میں ان گنت خیالات آ کر گزر گئے... ایسے میں ایک آواز نے اسے چونکا دیا:

''ارے... وہ... وہ دیکھو۔'' یہ آواز سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا... کیونکہ یہ الفاظ اردو میں کہے گئے تھے... اسے بہت حیرت ہوئی کہ اس جزیرے پر اردو بولنے والے کہاں سے آ گئے... پھر وہ بہت زور سے چونکا... کیونکہ وہ آواز تو جانی پہچانی تھی... اس نے فوراً آواز کی سمت میں دیکھا... ساتھ ہی کئی آوازیں ابھریں:

''ارے!''

''میری طرف سے بھی ایک عدد ارے وصول کریں۔'' آفتاب نے ہنس کر کہا۔

اور پھر وہ درختوں کی اوٹ سے نکل آئے... وہ انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ تھے... وہ ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے اور پھر گلے ملنے لگا:

''لیکن یہ کیا... حت... تم اکیلے، باقی لوگ کہاں ہیں۔''

''افسوس! آفتاب نے سرد آہ بھری۔

''تمہارا یہ افسوس بہت خوفناک ہے آفتاب۔''

''مم... میرا مطلب ہے... مجھے نہیں معلوم... وہ کہاں ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا... کافی دیر تک کسی کے منہ کوئی بات نہ نکل سکی... آخر انسپکٹر جمشید بولے:

''خیر... بیٹھ جاؤ... اللہ مالک ہے... اور اپنی کہانی سناؤ۔''

''اس میں شک نہیں... واقعی اللہ مالک ہے۔'' انہوں نے آصف کی آواز سنی۔

ان کے چہروں پر خوشی پھیل گئی... انہوں نے مڑ کر دیکھا... آصف تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا تھا... ایک بار پھر انہیں اٹھنا پڑا... وہ اس سے بھی گلے ملے:

''اب یہاں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں... شاید باقی لوگ بھی اس جزیرے پر اترے ہیں... میں اُلو کی آواز منہ سے نکالتا ہوں... وہ جزیرے پر ہوئے تو جواب مل جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا اور منہ سے اُلو کی آواز نکالی... فوراً ہی انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنی... انہوں نے بھی

منہ سے اُلو کی آواز نکالی تھی۔

بس پھر کیا تھا... وہ آواز کی سمت میں دوڑ پڑے... جلد ہی وہ آپس میں مل رہے تھے... اور پھر انہیں معلوم ہو گیا کہ جزیرہ بہت بڑا ہے... اور جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے زیادہ تر لوگ اسی پر آ کر گرے ہیں... باقی لوگ بھی جلد ان سے آملیں گے۔

اب وہ سب بیٹھ گئے... اس وقت فرحت نے مارے حیرت کے کہا:

''ارے بائیں... یہ کیا... آپ لوگوں کے ساتھ پروفیسر انکل اور انکل خان رحمان نظر نہیں آ رہے ہیں اور آپ بے فکری کے عالم میں بیٹھے ہیں۔''

''اس لیے کہ وہ اس مہم پر ہمارے ساتھ ہیں ہی نہیں۔''

''اوہ... اوہ... یہ کیا ہوا۔'' آفتاب بجھ سا گیا۔

''کیوں بھئی کیا ہوا؟''

''میرا مطلب ہے... اس طرح کیا... اور شوکی برادرز بھی تو نہیں ہیں... اس طرح کیا خاک مزہ آئے گا۔''

''پہلے تو ہم ایک دوسرے کی کہانی سن لیں... پھر اس پر غور

http://www.pakurdubooks.com

کریں گے کہ مزہ کس طرح آئے گا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے بڑا سا منہ بنایا اور وہ سب مسکرا دیے۔

''اوہو... وہ دیکھو... شاید یہ وہی لوگ ہیں... جنھوں نے پیراشوٹ باندھوائے تھے... اُف مالک! اگر یہ لوگ ایسا نہ کرتے تو ہم اس وقت ختم ہو چکے تھے۔'' انہوں نے ایک تیز آواز سنی۔

مڑ کر دیکھا تو کئی مسافر چلے آرہے تھے... آخر وہ نزدیک آ گئے... ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں... آخر ان میں سے ایک نے کہا:

''آپ ہیں تو وہی... لیکن اب کیا ہوگا... کیا... کیا ہم اپنے گھروں تک پہنچ سکیں گے۔''

''انشاء اللہ!'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''یہ آپ نے کیا کہا۔'' ایک مسافر نے انگریزی میں پوچھا۔

''میں نے ان کی بات کے جواب میں کہا ہے، اللہ نے چاہا تو ہم اپنے گھروں تک ضرور پہنچیں گے۔''

''حضرات! آپ لوگ آرام سے بیٹھ جائیں... یا پھر

ساحل پر کھڑے ہو جائیں، کوئی جہاز نظر آ جائے تو ہمیں فوراً بتا دیں... ہم جہاز پر سوار لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں گے... آپ کے ذمے تو بس اتنا کام ہے کہ ہمیں بتا دیں...''

''اچھی بات ہے۔'' انہوں نے کہا اور وہ سب ساحل کی طرف چلے گئے۔

''ہاں! اب ہو جائے تفصیل... آخر ہم یہاں کیسے جمع ہو گئے...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''پہلے آپ اپنی کہانی سنائیں انکل... کیونکہ ہم بہت زیادہ حیران ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

انہوں نے کہا اور ساری تفصیل سنا دی... اس کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی کہانی سنا ڈالی... ان کے خاموش ہوتے ہی فرزانہ نے کہا:

''دونوں معاملات میں اٹلانٹا کا نام موجود ہے... اور یہ بات چونکا دینے والی ہے۔''

''چلو بھئی... سب چونک جاؤ۔'' فاروق نے ہانک لگائی

http://www.PakFunPage.com

اور وہ ہنس پڑے۔

"کاش!" فرحت نے سرد آہ بھری۔

"بھئی... ابھی اپنے کاش واش سنبھال کر رکھو... کیونکہ ہم یہاں مجبور... ارے باپ رے ہمارے پاس ہمارے موبائل تو موجود ہیں... مگر... مگر نہیں... موبائل یہاں کہاں کام کریں گے بھلا۔"

"سیٹلائٹ فون ہمارے پاس ہوتے تو ایک بات بھی تھی۔"

"خیر کوئی بات... ہم کچھ کر سکیں یا نہ کر سکیں... صبر تو کر ہی سکتے ہیں۔" فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"ہاں تو فرحت! تم کس کاش کا ذکر کر رہی تھیں۔" آصف نے اسے یاد دلایا۔

"میں کہنے لگی تھی... کاش پروفیسر انکل، انکل خان رحمان اور شوکی برادرز ہمارے ساتھ ہوتے۔" فرحت نے کہا۔

"لو اور سنو... ہم سب اس جزیرے پر پھنسے ہوئے ہیں... اور اگر کوئی مدد نہ پہنچ گئی تو یہ جزیرہ ہمارا قبرستان بھی بن سکتا ہے... اور یہ محترمہ دعا مانگ رہی ہیں کہ وہ بھی یہاں ہوتے... ہے کوئی تک۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"تک تو خیر اس میں نہیں ہے... لیکن کیا کیا جائے... جی بے تحاشہ یہی چاہ رہا ہے کہ وہ بھی یہاں ہوتے۔" آصف نے گویا فرحت کی تائید کی۔

"اس سے پہلے کہ ہم اپنی ادھر ادھر کی باتوں میں الجھ جائیں... ہم کیوں نہ اپنی الجھن دور کر لیں۔" محمود نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

"الجھن... کیسی الجھن۔"

"شاہ باز ہوتی کا کیا بنا... کیا وہ سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو چکا ہے۔"

"زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے سر ہلایا۔

"تب پھر اس ماں کو کس طرح مطمئن کریں گے۔"

"ماں دراصل یہ چاہتی تھی کہ وہ ملک دشمن سرگرمیوں سے باز آ جائے... ہم نے اسی رخ سے اپنا کام شروع کیا تھا... ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو بھی چکے تھے... لیکن اٹلانٹا کی حکومت آڑے آ گئی... ہمیں اس نے جس جہاز پر سوار کرایا... اس میں بم رکھوا دیا... اب ظاہر ہے... اٹلانٹا کی حکومت یہ بات

کبھی بھی نہیں مانے گی... اور یہی کہے گی کہ ایسا کسی ملک دشمن نے کیا ہے۔"

"چلیے! یہ تو ہوگئی... شاہ باز ہوتی کی بات... لیکن ہمارے ملک کے مشہور و معروف سائنس دان پروفیسر غفاری کو بھی اغوا کر کے غالباً اٹلانٹا میں ہی لے جایا جا رہا ہے... اور ہم اس جہاز کو کھو چکے ہیں... گویا اس رخ سے بھی ہم پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔" آصف نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بالکل یہی بات ہے... لیکن ابھی کیس ختم نہیں ہوا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور ہم اس جزیرے پر پھنس گئے ہیں... فی الحال تو اس سے نکل جانے کا بھی کوئی امکان دور دور تک نظر نہیں آ رہا..." فرحت بولی۔

"ان حالات میں یا ان جیسے حالات میں ہم ایک ہی کام کرتے ہیں... انسپکٹر کامران مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ہم خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے... میں بھی یہی کہنے والا تھا۔" انسپکٹر جمشید

نے فوراً کہا۔

"تب پھر یہاں چاروں طرف دھارے ہی دھارے ہیں۔" فاروق نے سمندری موجوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں... بلکہ وہ تو اسباب کے بھی محتاج نہیں... اللہ جل شانہٗ سے دعا کریں..."

ابھی وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ساحل کی طرف شور گونجا... وہ فوراً اس طرف مڑے۔ انہوں نے دیکھا... ساحل پر موجود مسافر بڑی طرح اچھل کود رہے تھے... غالباً انہیں کوئی جہاز نظر آ گیا تھا... انہوں نے ساحل کی طرف دوڑ لگا دی... ساحل پر پہنچ کر انہوں نے دیکھا... کوئی بحری جہاز فاصلے سے گزرنے والا تھا...

"جلدی کرو بھئی۔" انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

انہوں نے فالتو کپڑوں کا ڈھیر لگا دیا اور پھر لائٹر کے ذریعے اسے آگ لگا دی... اب ساحل پر سے دھواں اٹھنے لگا... اللہ کی قدرت کہ ہوا کا رخ بھی جہاز کی طرف تھا... اس طرح دھوئیں کا مرغولا جہاز کی طرف جانے لگا... ادھر ان سب

http://www.pakistanipoint.com

نے ساحل پر اچھل اچھل کر ہاتھ بلند کرنے شروع کیے... ساتھ میں وہ مدد مدد پکار رہے تھے... آخر جہاز والوں نے دھوئیں کو دیکھ لیا... انہوں نے جہاز کا رخ جزیرے کی طرف ہوتے دیکھا:

"وہ مارا۔" کئی آوازیں ابھریں۔

ان کے چہروں پر رونق دوڑ گئی... لگے اچھلنے کودنے... البتہ انسپکٹر جمشید وغیرہ پر سکون انداز میں کھڑے جہاز کی طرف دیکھ رہے تھے... جہاز آہستہ آہستہ نزدیک آنے لگا... اور پھر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے نکلا:

"نہیں... یہ اوٹاوا کا جہاز ہے۔"

"کیا مطلب...؟" کئی مسافر پکار اٹھے۔

"اوٹاوا سے ہمارے ملک کے تعلقات دوستانہ نہیں ہیں... تاہم دشمنی والے بھی نہیں ہیں... لہذا کہہ نہیں سکتے... یہ ہمیں سوار کریں گے یا نہیں۔"

"لیکن ہم سب کا تعلق آپ کے ملک سے نہیں ہے۔" مسافر بولے۔

"ہاں! آپ میں سے زیادہ تر کو یہ لوگ سوار کر سکتے

ہیں... ہم اپنے بارے میں نہیں کہہ سکتے۔"

"لیکن آپ نے جہاز پر ہماری جانیں بچائی ہیں... اگر آپ جہاز پر سب لوگوں کو پیراشوٹ نہ بندھواتے تو ہم اس وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہوتے۔"

"یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور پھر جہاز ساحل کے قریب آکر لنگر انداز ہو گیا:

"ہم ایک کشتی ساحل تک بھیج رہے ہیں... تم میں سے جو بات کرے گا، وہ کشتی پر آجائے۔"

"اوکے سر۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

پھر کشتی کنارے سے آ لگی... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"کامران مرزا آپ جائیں۔"

"آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔" انہوں نے مسافروں کی طرف دیکھا۔

"نہیں! آپ میں سے کوئی چلا جائے..." وہ بولے۔

آخر انسپکٹر کامران مرزا جہاز پر پہنچے... ان کی طرف پستول تان دیے گئے... انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی طرف دیکھا

تک نہیں... اور بولے:

''پہلے میں تفصیلات سناتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے...'' کپتان نے کہا... وہ ایک بہت بھاری بھرکم سا آدمی تھا... انہوں نے اغلانا سے چلنے اور جہاز کے تباہ ہونے کی تفصیل سنادی، یہ بھی بتایا کہ وہ لوگ پیراشوٹ باندھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

''ہوں... اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔'' کپتان نے ان کے خاموش ہونے پر کہا۔

''آپ کا جہاز کہاں جا رہا ہے۔''

''اوٹاوا... یہ تجارتی جہاز ہے... تین دن بعد اوٹاوا پہنچے گا۔''

''اگر آپ ہمیں جہاز پر سوار کر لیں اور اوٹاوا لے چلیں تو ہم لوگ وہاں سے اپنے ملکوں کو جا سکیں گے... البتہ آپ کی حکومت کو اس سلسلے میں مدد کرنا ہوگی...''

''سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا ملے گا۔'' کپتان بول اٹھا۔

''ہمارے پاس جو نقدی وغیرہ ہے... آپ وہ لے سکتے ہیں... اوٹاوا پہنچ کر ہم اپنے ملک سے رابطہ کریں گے... ہمارا

ملک بھی آپ کے کام آنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا...''

''لیکن آپ لوگوں کے پاس بھلا کتنی نقدی ہوگی۔'' کپتان نے کہا... وہ کوئی لالچی آدمی لگتا تھا۔

''کافی کچھ نکل آئے گا... آپ فکر نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے... میری شرط سن لیں... تمام نقدی، گھڑیاں اور موبائل میرے حوالے کرنا ہوں گے... آپ کو قیدیوں کی حالت میں اوٹاوا تک جانا ہوگا۔ یعنی ہم آپ کو ایک کمرے میں بند کر کے تالے لگا دیں گے... کھانے وغیرہ کے لیے ضرور باہر نکالیں گے... اوٹاوا پہنچ کر ہم آپ لوگوں کو اپنی حکومت کے حوالے کر دیں گے... اب وہ جانیں... آپ جانیں۔''

''چلیے ٹھیک ہے۔''

''لیکن اب بھی میری ایک شرط ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''جو نقدی آپ مجھے دیں گے... اس کے بارے میں آپ ہماری حکومت کو کچھ نہیں بتائیں گے۔''

انسپکٹر کامران مرزا دل ہی دل میں مسکرا دیے... بھلا وہاں

http://www.Paklinplace.com

جانے کے بعد اگر وہ یہ بات اس کی حکومت کو بتا دیتے تو یہ شخص ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا... آخر انہوں نے کہا:

''ٹھیک ہے... ہم نہیں بتائیں گے۔''

''او کے... کشتی کنارے پر بھیج دو بھی۔''

کشتی کے ذریعے وہ سب جہاز پر پہنچ گئے:

''سب لوگ اپنی اپنی نقدی، گھڑیاں اور موبائل یہاں ڈھیر کر دیں۔'' کپتان نے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا:

''ہم باعزت طور پر آپ کے ہاتھوں میں دیں گے... پیروں میں ڈھیر نہیں کریں گے۔'' فرزانہ نے یہ اسامنہ بنایا۔

فرزانہ کی بات نے سب کو چونکا دیا۔ فوراً ہی انسپکٹر جمشید نے کہا:

''بالکل ٹھیک... فرزانہ... کپتان صاحب! آپ ہم سے باعزت طریقے سے ہماری چیزیں وصول کریں۔''

''میں اس جہاز کا کپتان ہوں... یہاں میری مرضی چلتی ہے اور پھر تم لوگ تو یوں بھی ہمارے قیدی ہو... کس طرح دم مار سکتے ہو۔'' اس نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

''دیکھیے... بات نہ بڑھائیے... ہم سب لوگ معاہدے

کے مین مطابق اپنی چیزیں آپ کے حوالے کرنے پر تیار ہیں... آپ کیوں اس بات پر اڑ رہے ہیں کہ چیزیں آپ کے پیروں میں گرائی جائیں۔''

''اس لیے کہ تم لوگ ایشیائی لگتے ہو۔'' وہ مسکرایا۔

''تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔''

''میں ایشیائی لوگوں سے شدید نفرت کرتا ہوں۔''

''چلیے... آپ نفرت کرلیں... لیکن... معاہدے کی خلاف ورزی تو نہ کریں... معاہدے میں یہ کہیں نہیں ہے کہ چیزیں آپ کے قدموں میں ڈھیر کی جائیں گی...''

''اب یہی ہوگا... ان سے چیزیں چھین کر میرے پیروں میں ڈھیر کر دو۔'' اس نے اپنے مسلح آدمیوں سے کہا۔

''اب معاہدہ ختم ہے... ہم پابند نہیں رہ گئے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے گویا اعلان کیا۔

''کیا مطلب...'' کپتان نے بھنا کر کہا۔

''آپ بلاوجہ ایک معمولی بات پر اڑ گئے ہیں اور ہمیں بلاوجہ نیچا دکھانا چاہتے ہیں... لیکن یہ نہیں ہوگا۔''

''اب تو سب چیزیں میرے پیروں میں ضرور ڈالی جائیں

http://www.pakistanipoint.com

گی۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔''

''ان لوگوں کی چیزیں ان سے چھین لی جائیں اور میرے قدموں میں ڈھیر کر دی جائیں۔'' کپتان نے چیخ کر کہا۔

فوراً ہی ان کی طرف آٹھ دس مسلح آدمی بڑھے، ان کے دائیں ہاتھوں میں پستول تھے... پھر جونہی وہ نزدیک آئے... انہوں نے بلا کی تیزی سے جھک کر انہیں دونوں ہاتھوں پر اٹھاتے ہی کپتان اور اس کے نزدیک کھڑے اس کے ساتھیوں پر اچھال دیا... وہ سب دھڑام سے گرے... ساتھ ہی انہوں نے ان پر چھلانگیں لگا دی اور لیٹے لیٹے اپنے پستول ان کی طرف تان دیے۔

ادھر گرنے والے اٹھے... ادھر چند فائر ہوئے اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں پستول رہ گئے تھے... ان کے ہاتھوں میں سے بھی پستول نکل گئے:

''ہاتھ اوپر اٹھا دو دوستو۔'' محمود نے مسکرا کر کہا۔

کپتان اور اس کے ساتھیوں کی حیرت کا کیا پوچھنا... جب ان کے ہاتھ اوپر نہ اٹھے تو انسپکٹر جمشید گرجے:

''تم لوگوں نے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے... لو ہمارے نشانے کا نمونہ دیکھ لو... یہ گئی تمہارے کان کی لو۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے فائر کر دیا... کپتان کے منہ سے چیخ نکل گئی اور ان لوگوں نے اس کے کان سے خون بہتے دیکھا... اب تو وہ سب سکتے میں آ گئے اور ان کے ہاتھ مشینی انداز میں اٹھ گئے:

ایسے میں انہوں نے کسی کو کہتے سنا:

''یہ تو بہت مزے دار بات ہوگئی۔''

وہ اس آواز کو سن کر بری طرح اچھلے:

☆☆☆☆☆

http://www.pakistanipoint.com

وقت کی نبض

''شوکی تم سنتے ہو؟''

چاروں اپنی والدہ کا جملہ سن کر چونک اٹھے۔ ان کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار طاری ہو گئے... پھر گھبراہٹ کے آثار کی جگہ زلزلے نے لے لی:

''جی امی الحمدللہ! ہم سنتے ہیں۔''

''تب پھر بتاؤ... وقت کیا کہہ رہا ہے۔'' ان کی والدہ نے دفتر کے اندرونی دروازے میں کھڑے کھڑے کہا۔ اس وقت تک وہ چاروں اٹھ کھڑے ہو چکے تھے۔

''وقت کیا کہہ رہا ہے... وقت کیا کہہ رہا ہے... اس وقت شام کے چار بجے ہیں۔''

''دھت تیرے کی...'' انہوں نے جھلا کر اپنی ران پر

ہاتھ مارا۔

''امی جان! آپ بھول رہی ہیں۔'' آفتاب نے ہانک لگائی۔

''میں بھول رہی ہوں... کیا بھول رہی ہوں۔''

''یہ کہ آپ محمود بھائی نہیں ہیں۔''

''حد ہو گئی... میں کہہ رہی تھی... وقت کی نبض پر ہاتھ رکھو... اب اتنا کم معاوضہ لینے کا زمانہ لد گیا... بیس ہزار سے کم کسی کیس کا معاوضہ نہ لیا کرو...''

''اوہ! تو یہ بات ہے... بات یہ ہے امی جان۔'' شوکی نے گڑبڑا کر کہنا چاہا۔

''بات کچھ بھی نہیں ہے شوکی... بس جو میں کہہ رہی ہوں... وہ... ارے یہ کیا... یہ کون چلا آ رہا ہے... خبردار شوکی... یہ بہت مال دار آدمی ہے... کم معاوضہ لیا تو دودھ نہیں بخشوں گی۔''

''جی... یہ... یہ کیا کہا آپ نے۔''

''جو کہنا تھا... کہہ دیا... اور میں جا رہی ہوں... ہوشیار... خبردار وقت کی نبض پر ہاتھ رکھو... ورنہ تم بہت پیچھے

http://www.pakfunplace.com

رہ جاؤ گے۔''

''لیکن بیگم... تمہارے پیچھے تو میں کھڑا ہوں... اور میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ معاوضہ...'' شوکی کے والد مشتاق احمد کہہ رہے تھے کہ ان کی والدہ نے مشتاق صاحب کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولیں:

''بس بس... رہنے دیں... آیئے اندر چلیں... انہیں اپنے مؤکل سے بات کرنے دیں۔'' ان کی والدہ نے ان کا بازو پکڑا اور گھسیٹ کر لے گئیں... وہ چاروں مسکرا دیے... ایسے میں وہ آنے والے شخص کی طرف متوجہ ہو گئے... وہ ایک بہت لمبے قد کا بارعب سا آدمی تھا... دروازے پر رک کر اس نے سوالیہ انداز میں کہا:

''شوکی برادرز؟''

''جی! تشریف لایئے۔'' شوکی نے کہا۔

وہ اندر آ کر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا... چند لمحے تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا:

''میرا نام بقراط میاں قصوری ہے... ایک نامعلوم آدمی مجھے بلیک میل کر رہا ہے... اس کے پاس میرا ایک راز ہے...

اس راز کی وجہ سے میں پولیس کی خدمات حاصل نہیں کر سکتا... کیونکہ اس صورت میں وہ راز پولیس کے ہاتھ لگ جائے گا... اور میں کسی کام کا نہیں رہ جاؤں گا۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''وہ کون شخص ہے... جو آپ کو بلیک میل کر رہا ہے۔'' شوکی نے پوچھا۔

''حد ہو گئی... اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں خود نہ اس سے نبٹ لیتا... بات یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم، وہ کون ہے۔''

''آپ مہربانی فرما کر پوری تفصیل سے بتائیں... آخر وہ راز اس کے ہاتھ کس طرح لگا۔''

''میں نہیں جانتا۔'' اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

''تب پھر ہم بھلا کیا کر سکیں گے۔''

''عجب جاسوس ہو۔'' وہ بھنا اٹھا۔

''اس میں تو خیر شک نہیں۔'' آفتاب مسکرایا۔

''کس میں۔'' اس کی آواز گونج اٹھی۔

''اس میں کہ ہم عجیب جاسوس ہیں۔''

''تم لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں بقراط میاں قصوری کا

http://www.pakistanipoint.com

وقت ضائع کر رہے ہو... اور نہیں جانتے کہ اس کے وقت کی کیا قیمت ہے۔''

''چلیے آپ بتا دیں۔''

''کیا بتا دوں۔'' اس نے تلملا کر کہا۔

''یہ کہ آپ کے وقت کی کیا قیمت ہے۔''

''میرا خیال ہے... مجھے کسی نے بے وقوف بنایا ہے، تم لوگ اس قابل نہیں کہ میرے کام آسکو۔'' یہ کہہ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا... اور دروازے کی طرف مڑا:

''آپ کو بلیک میل کرنے والا شخص آپ کا کوئی قریبی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ چونک کر مڑا۔

''اور آپ کا اپنا خیال بھی یہی ہے کہ وہ کوئی نزدیکی شخص ہے... اسی لیے آپ یہ معاملہ پولیس کے علم میں نہیں لانا چاہتے... بس یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کو بلیک میل نہ کر سکے اور آپ کا راز آپ کو واپس مل جائے۔''

''تت... تم... تم کیا چیز ہو۔''

''ہم وہی ہیں جو بقراط میاں قصوری کا وقت ضائع کر رہے

ہیں... اور یہ بھی نہیں جانتے کہ آپ کے وقت کی قیمت کیا ہے... اور ہم لوگ اس قابل نہیں کہ آپ کے کام آسکیں۔'' اشفاق نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

''م... معافی چاہتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ دھب سے کرسی میں گر گیا اور ہانپنے لگا... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بہت دور سے بھاگتا ہوا آیا ہے۔

''اب اگر آپ ہم سے کیس حل کرانا چاہتے ہیں تو تفصیل بتائیے... کیونکہ ہمارا وقت بھی قیمتی ہے۔''

''ہاں ہاں! کیوں نہیں... بات دراصل یہ ہے کہ میں کافی مدت بیرون ملک رہا ہوں... میں نے وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی... پھر میں وطن واپس آ گیا... جلد ہی مجھے ایک بہت اچھی ملازمت مل گئی... اور بہت جلد میں ترقی کرتا چلا گیا... اب میں وزارت داخلہ میں چیف سیکرٹری ہوں۔''

''اوہو اچھا۔'' شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں...''

''اب ہم سمجھے... واقعی آپ کا وقت بہت قیمتی ہے... خیر آپ بلیک میلر کے بارے میں بتائیے۔ میرا مطلب ہے... وہ

http://www.Paksociety.com

آپ کو کس طرح بلیک میل کر رہا ہے... رقوم کس طرح وصول کر رہا ہے... یہ ساری تفصیل تو آپ کو بتانا ہوگی... دوسرے یہ کہ آخر اس کے پاس ایسا کون سا راز ہے..."

"میری تو سب سے بڑی پریشانی ہی یہی ہے کہ آخر اسے میرا راز کس طرح معلوم ہو گیا..."

"خیر! اس بات کو جانے دیں اور بتائیں... وہ آپ کو کس طرح بلیک میل کر رہا ہے۔" شوکی نے جلدی سے کہا۔

"اچھی بات ہے... سنیے... یہ آج سے دو سال پہلے کی بات ہے... ایک روز میرے موبائل کی گھنٹی بجی... میں نے سنا تو وہ کہہ رہا تھا... مجھے آپ کا ایک راز بہت بڑا راز معلوم ہے... پھر اس نے تراز کی تفصیل بتائی... اس کے بعد کہنے لگا... اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس راز کو راز رکھوں اور کسی کو نہ بتاؤں... تو آپ کو مجھے ایک چھوٹی سی رقم دینا ہوگی... یہی کوئی پانچ لاکھ روپے... میں اس کی باتیں سن کر گھبرا گیا... جو راز اس نے بتایا تھا... وہ بالکل درست تھا... اور اس راز کو ظاہر کرنے کے لیے کسی ثبوت کی بھی ضرورت نہیں تھی... بس اس کا ایک فون ہی کافی تھا۔"

"کب؟" آفتاب نے فوراً کہا۔

"افسوس میں یہ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"خیر... جو بتا سکتے ہیں، وہ بتائیں۔"

"میں نے اس سے کہا، میں پانچ لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس پر اس نے بتایا کہ وہ نقد رقم چاہتا ہے... پانچ لاکھ روپے کے بڑے نوٹ ایک بریف کیس میں رکھ کر ساحل سمندر پہنچ جاؤ... وہاں ایک لانچ تیار ملے گی... وہ ریموٹ کنٹرول ہے... بس تمہیں صرف اس پر بیٹھنا ہے... وہ خود بخود چل پڑے گی اور ایک جزیرے پر رک جائے گی... تم وہ بریف کیس اس جزیرے پر رکھ دینا... اور واپس لانچ پر آ جانا... لانچ تمہیں ساحل پر پہنچا دے گی... اور اس کے بعد تم اس جزیرے کا رخ ہرگز نہ کرنا... ورنہ تمہارا راز ظاہر کر دیا جائے گا... یہ ہے میری کہانی۔"

"تب تو بات ختم ہو گئی... پانچ لاکھ دے کر آپ کی جان چھوٹ گئی۔"

"یہی تو مشکل ہے... وہ ہر ماہ پانچ لاکھ کا مطالبہ داغ دیتا

http://www.pakistanipoint.com

ہے... اور مجھے اس جزیرے پر رقم پہنچانا پڑتی ہے۔"

"اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

چند لمحے خاموشی میں گزر گئے، آخر شوکی نے کہا:

"تب پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ مجھے یہ بتا دیں... وہ کون ہے... اس کے بعد اس سے نبٹنا میرا اپنا کام ہوگا۔"

"اس کے لیے ہمیں اس جزیرے پر جانا ہوگا... کیا آپ جزیرے کی سمت بتا سکتے ہیں۔"

"نہیں... مجھے ہدایات ہیں، لانچ پر سوار ہو کر بس سیٹ پر بیٹھ جاؤں... کچھ نہ کروں... اگر کوئی حرکت کروں گا تو لانچ الٹ سکتی ہے... بس اس ڈر سے میں تو ہلتا بھی نہیں۔"

وہ مسکرا دیے... پھر شوکی نے کہا:

"آپ ہمیں ایک کرائے کی لانچ دلوا دیں... اس کا ڈرائیور بہت تیز ہو... ہم اس لانچ کے ذریعے آپ کی والی لانچ کا تعاقب کریں گے۔" شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل فضول ترکیب... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم لوگ اس قدر بھونڈی ترکیب بتاؤ گے، اس طرح تو اسے فوراً پتا

چل جائے گا۔"

"آپ طعنہ دیں گے تو ہم اور ترکیب بھی بتا سکتے ہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"اور وہ کیا۔"

"پہلے تو آپ یہ بتائیں... آپ کے پاس اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اسے آپ کے یہاں آنے کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا۔"

"میں بہت چکر کاٹ کر اور گھماؤ پھراؤ والا راستہ اختیار کر کے آیا ہوں اور مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میرا کسی نے تعاقب نہیں کیا۔"

"خیر! اللہ کرے ایسا ہی ہو... اب دوسری ترکیب سنیں... آپ دوسرے ساحل پر ہمیں ایک لانچ دے دیں... ہم آپ کو ایک آلہ دیں گے... اس آلے کا دوسرا حصہ ہمارے پاس ہوگا... اس طرح ہم اس قدر فاصلے سے تعاقب کر سکیں گے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا... اور اس کا سراغ لگا کر ہم آپ کو بتا دیں گے۔"

"ہاں! یہ ہو سکتا ہے۔" بقراط میاں قصوری نے جلدی سے

http://www.paksociety.com

کہا۔

''بس تو پھر لانچ کا انتظام کرنا آپ کا کام ... باقی کام ہمارا۔''

''تم لوگ فکر نہ کرو ... مجھے کل اسے رقم ادا کرنی ہے... کرائے کی لانچ کل شام ٹھیک سات بجے تھری مون ساحل پر موجود ہوگی... اس پر ڈرائیور موجود ہوگا... تم وہ آلہ مجھے ابھی دے رہے ہو یا بعد میں۔''

''ابھی کیس کا معاوضہ طے نہیں ہوا۔'' شوکی نے یاد دلایا۔

''اوہ ہاں! یہ بات تو میں بھول ہی گیا۔'' اس نے چونک کر کہا۔

''حالانکہ! یہ بات بھولنے والی ہے ہی نہیں۔'' آفتاب نے بڑا سا منہ بنایا۔

''خیر خیر... آپ کتنا معاوضہ چاہتے ہیں۔''

''آپ... بس دے دیں بب...''

عین اس لمحے دروازے پر زوردار انداز میں دستک ہوئی ... انداز ان کی امی کا تھا۔ وہ مسکرا دیے... پھر شوکی بقراط میاں کی طرف مڑا:

''معاف کیجیے گا... میں ابھی آیا۔''

''مم... میرا وقت۔'' اس نے کہنا چاہا۔

''زیادہ وقت نہیں لگے گا...'' اس نے منہ بنایا اور دروازے پر آ گیا... دوسری طرف دروازے کی اوٹ میں ان کی والدہ کھڑی تھیں۔

''خبردار شوکی جو تم نے بیس ہزار لیے... بلیک میلر کو تو یہ دیتے ہیں ہر ماہ پانچ لاکھ اور جو بلیک میلر سے ان کی جان چھڑائے... وہ صرف بیس ہزار لے... ہرگز نہیں۔'' انہوں نے سخت لہجے میں سرگوشی کی۔ فوراً ہی ان کے والد مشتاق احمد کی آواز ابھری:

''اس کام کے بیس ہزار بہت مناسب ہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہیں... جان جوکھوں کا کام ہے۔'' ان کی والدہ دوسری طرف الٹ پڑیں۔

''مم... میرا وقت۔'' بقراط میاں ہکلایا۔

''اوہ ہاں... ابھی آیا... اچھا امی آپ فکر نہ کریں۔''

یہ کہہ کر میں واپس آ گیا اور بولا:

''آپ بس صرف پچاس ہزار دے دیجیے گا۔''

http://www.pakfunplace.com

''ٹھیک ہے... مجھے منظور ہے۔''

معاوضہ فوراً طے ہونے پر ہمیں حیرت ہوئی... اس کا مطلب تھا... بقراط میاں کے پاس بے تحاشہ دولت تھی...

اب شوکی نے اسے پروفیسر داؤد کا دیا ہوا ایک آلہ دیا... اس کا دوسرا حصہ اپنے پاس رکھا اور بولا:

''آپ کتنے بجے روانہ ہوں گے۔''

''اگر اس نے وقت بدل نہ دیا تو رات کے ٹھیک گیارہ بجے۔''

''ارے باپ رے... سمندر کا سفر... اور رات کے گیارہ بجے۔'' آفتاب نے مارے خوف کے کہا... اسے سمندر کے سفر سے بہت ڈر لگتا تھا... خاص طور پر رات کا سفر۔

اور پھر بقراط میاں قصوری چلا گیا... دوسرے دن رات کے دس بجے کے قریب اس کا فون ملا... وہ کہہ رہا تھا:

''میں گھر سے چلنے والا ہوں... آپ لوگ وقت سے کچھ پہلے چل پڑیں...''

''ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں۔''

اور پھر وہ گھر سے نکل کر ساحل پر پہنچ گئے... ٹیکسی

انہوں نے پہلے ہی لے لی تھی... ٹیکسی ڈرائیور انہیں سنسان ساحل پر اتارتے ہوئے خوف زدہ ہو گیا۔

''آپ... آپ لوگ یہاں کس لیے اترے ہیں۔''

''بس ذرا پانی پینے آئے ہیں۔'' آفتاب نے کہا۔

''کک... کیا کہا... سمندر کا پانی پیئیں گے۔''

''یہ میں نے کب کہا... میں نے تو صرف اتنا کہا ہے... کہ بس ذرا پانی پینے آئے ہیں۔''

''خیر خیر... مجھے کیا... ویسے میں آپ کو بتا دوں... یہ ساحل ویران ہے... اور یہاں آوارہ قسم کے لوگ آتے ہیں۔''

''ہمیں کیا... آپ جائیں۔'' شوکی بولا۔

ڈرائیور کرایہ لے کر بڑے بڑے منہ بناتا چلا گیا... غالباً وہ انہیں بھی ساتھ لے جانا چاہتا تھا... اور ان سے واقعی مخلص تھا... کیونکہ اس کی آنکھوں سے پریشانی جھلک رہی تھی... ٹیکسی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو انہوں نے لانچ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں... وہ ایک چٹان کی اوٹ میں کھڑی نظر آئی... ان کے قدم اس طرف اٹھنے لگے... آخر وہ اس

http://www.paksociety.com

کے نزدیک پہنچ گئے... ڈرائیور پہلے ہی لانچ میں کھڑا تھا... انہیں دیکھتے ہی بولا:

''ٹھیک ہے... آپ لوگوں کے لیے ہی میں یہاں آیا ہوں... بیٹھ جائیں۔''

''شکریہ! ہم گیارہ بجے سے پہلے روانہ نہیں ہوں گے۔''

''اوہ ہاں! مجھ سے یہی بھی کہا گیا تھا۔''

آخر ٹھیک گیارہ بجے وہ لانچ پر آ گئے اور اس کا انجن سٹارٹ ہو گیا... انہوں نے آلے پر نظر ڈالی... آلہ سست بتا رہا تھا:

''ٹھیک ہے... چل پڑیں... اس سمت میں چلنا ہے۔''

''اوکے۔''

ان کا سفر شروع ہو گیا... یہ سفر تقریباً چھ گھنٹے مسلسل جاری رہا... وہ بیٹھے بیٹھے تنگ آ گئے... کر ہی کیا سکتے تھے... آخر آلے پر دوسری لانچ کے ٹھہرنے کی علامات ظاہر ہو گئیں:

''بس یہیں روک لیں۔''

''اوکے۔''

وہ انتظار کرنے لگے... ایک بار پھر دوسری لانچ کے سٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی... شوکی نے فوراً کہا:

''اس طرف روانہ ہو جائیں۔''

''اوکے۔''

لانچ روانہ ہوئی اور صرف دس منٹ بعد انہیں ایک جزیرہ نظر آنے لگا... ان کی لانچ لحہ بہ لحہ جزیرے سے نزدیک ہوتی چلی گئی... یہاں تک کہ ساحل کے ساتھ جا لگی... وہ جزیرے پر اتر گئے...

چاند کی روشنی میں انہوں نے دیکھا بریف کیس جوں کا توں ساحل پر پڑا تھا:

☆☆☆☆☆

http://www.paksociety.com

کپتان

انہوں نے مڑ کر دیکھا... لانچ ساحل پر کھڑی تھی... گویا لانچ کو ابھی انہیں ساتھ بھی لے جانا تھا... ظاہر ہے... اسے بقراط میاں قصوری نے کرایے پر لیا تھا اور وہ اس کے لیے کام کر رہے تھے... اس بڑے کیس کے سلسلے میں وہ اسی وقت ان سے مدد لے سکتے تھے جب وہ واپس شہر پہنچ جاتے... لہٰذا اسے ہدایت دی گئی تھی کہ ان لوگوں کو واپس بھی لے کر آنا ہے... پھر بھی انہوں نے اپنا اطمینان کرنے کے لیے اس سے بلند آواز میں پوچھ لیا:

''آپ ہمیں واپس بھی لے کر جائیں گے نا۔''

''بالکل!'' اس نے فوراً کہا۔

''اچھا تو پھر ہم اس جزیرے پر اپنا کام پورا کر لیں۔''

''آپ کو کتنی دیر لگے گی۔''

''کچھ نہیں کہا جا سکتا... رات کا وقت ہے... تاہم چاند نکلا ہوا ہے... ہم جلد از جلد اپنا کام پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔''

''شکریہ۔''

وہ جزیرے میں آگے بڑھنے لگے... بریف کیس کو انہوں نے جوں کا توں چھوڑ دیا تھا... کیونکہ اس میں کوئی خطرناک چیز بھی ہو سکتی تھی۔

''ہم میں... میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔'' آفتاب کی آواز ابھری۔

''شوق سے محسوس کرو... کسی نے روکا ہے۔'' اشفاق بولا۔

''حد ہو گئی... ہے کوئی تک۔''

''نہیں تک تو خیر نہیں ہے... لیکن ہم کر ہی کیا سکتے تھے... بریف کیس کون اٹھاتا ہے، یہ تو ہمیں دیکھنا ہو گا۔''

''اوہو... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔'' ایسے میں انہوں نے اخلاق کی آواز سنی۔

''کیا دیکھ رہے ہو بھائی... اور جو دیکھ رہے ہو... ہمیں بھی دکھا دو۔'' شوکی نے بے خیالی کے عالم میں کہا۔

''وہ... وہ دیکھیں۔'' اس نے سمندر کی طرف اشارہ کیا۔

انہوں نے دیکھا... ایک لانچ جزیرے کی طرف آ رہی تھی...

''یہ... یہ کیا... یہ لانچ جزیرے کی طرف کیوں آ رہی ہے...''

''پپ... پتا نہیں۔''

ان کے ڈرائیور کی نظریں بھی آنے والی لانچ پر جم کر رہ گئی تھیں... وہ بھی حیرت زدہ تھا... آخر لانچ نزدیک آ گئی... انہوں نے دیکھا... لانچ میں بقراط میاں قصوری کھڑا تھا... یہ دیکھ کر ان کی حیرت اور بڑھ گئی... آخر لانچ ساحل سے آ لگی... بقراط میاں اس پر سے اتر کر ان کی طرف بڑھے... ان کا چہرہ مارے خوف کے سفید ہو رہا تھا:

''کیا ہوا... آپ واپس آ گئے۔'' شوکی کی سرسراتی آواز ابھری۔

''میں خود نہیں آیا... یہ لانچ مجھے یہاں لائی ہے۔'' وہ

بولے۔

''کیا مطلب...''

''لانچ یہاں سے روانہ ہو گئی تھی... جیسا کہ ہر مرتبہ ہوتا رہا ہے... لیکن ابھی ساحل کی طرف کچھ دور گئی ہو گی کہ اس کا رخ پھر سے جزیرے کی طرف ہو گیا... اب یہ ہے ریموٹ کنٹرول... میں نے بلیک میلر کو آوازیں دیں تو لانچ میں سے اس کی آواز ابھری:

''تم نے دھوکا کیا... اب تم ساحل پر نہیں جاؤ گے... اس جزیرے پر اترو گے... کیونکہ یہ لانچ اب پھٹنے والی ہے۔''

''کیا!!!'' ان کے منہ سے نکلا۔

اس کے ساتھ ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا... اور اس لانچ کے پرخچے اڑ گئے... ساتھ کھڑی لانچ بھی ٹوٹ پھوٹ گئی اور اس کا ڈرائیور پانی میں غوطے کھاتا نظر آیا:

''تم ادھر آ جاؤ... ساحل پر۔'' شوکی چیخا۔

جلد ہی وہ ساحل کی طرف تیرتا نظر آیا اور آخر ان کی طرف آ گیا... اب اس کی لانچ بھی ڈوبتی نظر آئی... وہ اسے پانی میں جاتے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہا... آخر وہ غائب ہو گئی...

http://www.pakistanipoint.com

اب پانی پر لاشوں کے ٹکڑے تیر رہے تھے... اور بعض ٹکڑوں کو آگ لگی ہوئی تھی...

''اُف خدایہ کیا ہوا؟'' وہ کانپتی آواز میں بولا۔

''وہی ہوا... جو اللہ کو منظور تھا۔''

''اب... اب کیا ہوگا... ہم... ہم کیسے شہر پہنچیں گے۔''

''اللہ کی مدد سے۔'' شوکی نے کہا۔

رات کا بقیہ حصہ انہوں نے ریت پر لیٹ کر گزارا... صبح اٹھ کر نماز ادا کی اور دعا کرنے لگے... ایسے میں شوکی چلا اٹھا:

''وہ... وہ دیکھو... ایک جہاز۔ جلدی سے کپڑوں کو آگ لگاؤ... اور آواز منہ سے نکالنا شروع کرو۔''

وہ چیخنے چلانے لگے... جلنے والے کپڑوں میں سے دھواں بلند ہونے لگا... آخر اس دھوئیں کو جہاز والوں نے دیکھ لیا ...اور جہاز کا رخ جزیرے کی طرف ہوتا نظر آیا۔ ان کے چہروں پر رونق دوڑ گئی... آخر جہاز جزیرے کے قریب آ کر لنگر انداز ہو گیا... پھر عرشے پر سے ایک بھاری بھرکم آواز ابھری:

''تم لوگ کون ہو اور اس بے آباد جزیرے تک کیسے پہنچ گئے۔''

''یہ ایک دکھ بھری کہانی ہے... آپ مہربانی فرما کر ہمیں جہاز پر سوار کر لیں... پھر ہم آپ کو اپنی کہانی سنائیں گے اور پھر آپ کی مرضی... ہمارے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیں، کر لیں۔''

''اچھی بات ہے... ایک شرط پر تم لوگوں کو جہاز پر سوار کر لیتے ہیں۔''

''آپ شرط بتائیں۔'' ایک شخص نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

''تم لوگوں کے پاس جو کچھ بھی ہے... وہ ہمارے حوالے کرنا ہوگا... اس کے بدلے میں ہم تم کو اپنے ملک کی حکومت کے حوالے کر دیں گے... اس کے بعد تم جانو، حکومت جانے... تم اپنے اپنے ملک پہنچنے کے لیے کیا کرتے ہو... کیا نہیں کرتے، اس میں کامیاب ہوتے ہو، نہیں ہوتے... اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوگا... اور نہ ہم تم کو کچھ واپس دیں گے۔''

''ٹھیک ہے... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔''

''بس تو پھر آ جاؤ۔''

وہ جہاز پر آ گئے... ان سے سب کچھ لے لیا گیا... پھر

کپتان نے کہا:

''احتیاط کے نکتہ نگاہ سے آپ لوگ دو تین کمروں میں رہیں گے... باہر مسلح پہرے دار کھڑے رہیں گے... کیونکہ ہم آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے... باقی رہی آپ کی کہانی... وہ غلط بھی ہو سکتی ہے...''

''ٹھیک ہے... آپ کا یہ احسان بھی کم نہیں کہ ہمیں اس جزیرے سے تو نجات دلا دی...''

''آپ لوگوں کو جہاز پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی... وقت پر کھانا، ناشتا وغیرہ ملے گا۔ صبح شام عرشے پر سیر بھی کرا دی جائے گی۔ ویسے کیا آپ لوگ کسی ایشیائی ملک کے باشندے ہیں..''

''جی ہاں! ہمارا تعلق پاک لینڈ سے ہے۔''

کپتان نے ان سے انگریزی میں بات کی تھی... لیکن وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ اس کا تعلق کس ملک سے ہے... ان لوگوں کے نقش و نگار عام سے تھے... کسی خاص ملک کے نظر نہیں آرہے تھے... پھر اس کے چہرے پر سختی کے آثار نمودار ہو گئے... اس نے چلا کر کہا:

''قید کر دو انہیں... ہم اپنے ملک میں انہیں غلام بنائیں

گے۔''

''یہ کیا... آپ تو یک لخت بدل گئے۔''

''ہاں بدل گیا... اب مجھ سے جتنا برے سے برا سلوک ہوگا، کروں گا... نفرت ہے مجھے... شدید نفرت پاک لینڈ والوں سے... میں ان کا دشمن ہوں... مطلب یہ کہ تم بہت برے پھنسے۔'' وہ سرد لہجے میں کہتا چلا گیا۔

اور پھر انہیں کمروں میں قید کر دیا گیا... اس کے بعد جہاز روانہ ہوا... ان کا سفر تین دن تک جاری رہا... انہیں برائے نام کھانے کو دیا گیا... کمروں سے بھی صرف رفع حاجت کے لیے نکالا جاتا اور پھر قید کر دیا جاتا... تیسرے دن انہوں نے کچھ ہل چل محسوس کی... پھر ہلکے سے شور کی آوازیں سنائی دیں... وہ عرشے پر ہی قید تھے... دروازے کی جھریوں سے باہر جھانک کر دیکھا تو سب لوگ عرشے پر جمع نظر آئے اور جہاز گھوم رہا تھا... وہ سمجھ نہ سکے کہ کیا ہو رہا ہے... لیکن پھر جلد ہی جہاز رک گیا اور کپتان کی آواز سنائی دینے لگی... اب ان کی سمجھ میں بات آگئی... جہاز کسی جزیرے پر رکا تھا... اس جزیرے پر بھی کچھ لوگ پھنسے ہوئے تھے... گویا کپتان ان سے

معاملہ طے کر رہا تھا... بالکل اسی طرح جس طرح اس نے ان سے بات کی تھی... وہ خاموشی سے سنتے رہے... انہیں صرف کپتان کی آواز سنائی دے رہی تھی... وہ چونکہ عرشے کے آخری سرے پر تھے... اس لیے جن لوگوں سے بات ہو رہی تھی... ان کی آوازیں ان تک نہیں آ رہی تھیں، پھر انہوں نے سنا... کپتان نے کہا تھا:

''کشتی جزیرے پر بھیج دو۔''

''او کے سر۔'' جواب میں کہا گیا۔

''لو بھئی... کچھ اور لوگ پھنس گئے ہیں اس ظالم کے شکنجے میں۔'' شوکی بولا۔

''اللہ اپنا رحم کرے۔'' اشفاق بڑبڑایا۔

جلد ہی انہوں نے آنے والوں کی آوازیں سنیں... ان کے کان تو ایک دم کھڑے ہو گئے... مارے جوش اور خوشی کے چہرے دمکنے لگے... آوازیں انسپکٹر جمشید اور کامران مرزا کی تھیں... جلد ہی انہوں نے جان لیا کہ صورت حال ان کے ساتھیوں کے حق میں ہو گئی ہے تو بے ساختہ شوکی کے منہ سے نکل گیا:

''یہ تو بہت مزے دار بات ہو گئی۔''

☆☆☆☆☆

http://www.paksociety.com

خبردار

وہ یہ جملہ سن کر بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھوں میں دنیا بھر کی حیرت سما گئی... پھر وہ بے تحاشہ آواز کی سمت میں دوڑ پڑے... جب کہ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی... ظاہر ہے... وہ ان سب پر پستول تانے کھڑے تھے۔

وہ دوڑتے ہوئے ان دو کمروں کے نزدیک آ گئے جن میں انہیں قید کیا گیا تھا:

''بھائی لوگ... تم یہاں کیسے؟'' محمود نے ہانک لگائی۔

''حد ہو گئی... دروازہ کھولتے نہیں اور یہ پوچھ رہے ہیں... ہم یہاں کیسے؟''

''اوہ... تو تمہیں یہاں قید کیا گیا ہے۔'' آصف بولا۔

''دھت تیرے کی... پہلے دروازہ پھر کوئی اور بات۔'' آفتاب جھنجھلا کر بولا۔

اور انہوں نے دروازہ کھول دیا... سب پرجوش انداز میں ایک دوسرے سے گلے ملے... آخر محمود نے کہا:

''یہ وقت باتوں کا نہیں... ادھر ہم پوزیشن لیے ہوئے ہیں... ابھی سارے عملے کو قابو میں کرنا باقی ہے، آؤ۔''

وہ فوراً عرشے پر آ گئے... ان پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا بے ساختہ مسکرا دیے اور دونوں ایک ساتھ بول پڑے:

''بہت خوب!''

''ہمارے طرف سے بھی بہت خوب۔'' مکھن نے گھبرا کر کہا۔

''چلو بھئی... ان لوگوں کو باندھنے کا کام شروع کرو... رسیاں عرشے پر موجود ہیں۔''

''جی اچھا۔''

وہ سب کپتان اور اس کے ساتھیوں کو باندھنے کے کام میں مصروف ہو گئے... ان لوگوں کے چہرے دھواں ہو رہے

http://www.pakistanplace.com

تھے... شاید وہ سوچ رہے تھے... یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا... کیا مصیبت مول بیٹھے وہ۔ آخر جب سب کو باندھ لیا گیا تو انسپکٹر جمشید نے پستول کی نالی کپتان کی کن پٹی پر رکھ دی اور بولے:

"تو تمہیں پاک لینڈ والوں سے نفرت ہے... اب اس نفرت کا جواب سنو... ہمیں بھی تم سے نفرت ہے اور میں تمہیں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر رہا ہوں... تین پر فائر کر دوں گا۔ ایک... دو..."

"ایک منٹ!" کپتان چلا اٹھا۔

"چلو رک گیا ایک منٹ کے لیے... کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"ہمیں معاف کر دو۔"

"معافی مل سکتی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"حد ہو گئی... یہ پوچھا نہیں کہ کس شرط پر معافی مل سکتی ہے اور شکریہ ادا کرنے بیٹھ گئے۔" محمود جھلا اٹھا۔

"ٹھیک ہے... بتائیے... آپ کی کیا شرط ہے؟"

"یہ جہاز کہاں سے آیا ہے... اس کی منزل کیا ہے۔"

"ہم لوگ اٹلانٹا سے آ رہے ہیں اور راوتا وا جا رہے ہیں۔"

"کیا کہا... اٹلانٹا سے آئے ہو۔"

"ہاں۔" اس نے فوراً کہا۔

"تو پھر تو تمہیں راستے میں وہ جہاز ملا ہو گا... جو اٹلانٹا جا رہا تھا۔"

"ایک مال بردار جہاز پاک لینڈ سے چلا ہوا، اٹلانٹا جا رہا ہے... وہ ضرور ہمیں راستے میں ملا تھا۔"

"کیا اس کے ارد گرد تین جنگی لانچیں بھی تھیں؟"

"نہیں... جنگی لانچیں تو ہم نے نہیں دیکھیں تھیں۔"

"وہ اس وقت یہاں سے کتنے فاصلے پر ہو گا۔" اور اٹلانٹا کتنے دن میں پہنچے گا۔"

"اس کا چھ دن کا سفر باقی ہے... یہاں سے اگر مال بردار جہاز پر جائیں تو ہم اسے نہیں پکڑ سکیں گے... کیونکہ ہم جہاز کی رفتار کتنی بڑھا لیں، پھر بھی درمیانی فاصلہ ختم نہیں ہو سکے گا... اور جہاز اٹلانٹا کی بندرگاہ پر جا لگے گا... ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے چند گھنٹے بعد ہی یہ جہاز وہاں پہنچ جائے۔"

"پھر تو ایسی کوشش فضول ہو گی.. جہاز پر کتنی لانچیں ہیں۔"

"دو عدد۔"

''بس تو پھر بن گیا کام... لانچ کے ذریعے ہم کتنی دیر میں اس تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''موسم پرسکون رہے تو چوبیس گھنٹے میں آپ اس تک پہنچ جائیں گے... لیکن اگر آپ کے راستے میں کوئی طوفان آ گیا تو لانچ الٹ جائے گی۔''

''ہمیں یہ خطرہ مول لینا پڑے گا...''

''آخر معاملہ کیا ہے۔''

''معاملہ ہم نہیں بتا سکتے... اب سوال یہ ہے کہ تم لوگوں کا کیا کیا جائے۔ اگر ہم تم لوگوں کو اسی طرح چھوڑ کر لانچ پر روانہ ہو جائیں... تو آپ اس جہاز کے کپتان کو خبردار کر دیں گے... کیونکہ بہرحال آپ ہمارے ملک کے دشمن ہیں... لہٰذا ہم یہی کر سکتے ہیں کہ تمہیں موت کی گہری نیند سلا دیں اور تمہارے جسموں کو مچھلیوں کی خوراک بنا دیں۔''

''نن نہیں...'' وہ چلا اٹھے۔

''کیوں نہیں... ذرا سوچو! تم بھی تو یہی کرنے والے تھے...''

''ہمیں معاف کر دیں۔''

''لیکن تم لوگ ضرور جہاز والوں کو اطلاع دو گے اور اس طرح ہمارا کام خراب ہو سکتا ہے...''

''نن نہیں... ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔''

''دیکھو بھئی... ہم لوگ اتنے بے وقوف نہیں ہیں... لانچ کہاں ہے۔''

''عرشے پر ہی موجود ہے... اس طرف۔'' اس نے اشارہ کیا۔

''کیا اس میں اتنا فیول ہوگا کہ ہم جہاز تک جا سکیں۔''

''فیول اس سے بھی زیادہ ہے۔''

''بہت خوب... کیا خیال ہے کامران مرزا... اب ان لوگوں کا کیا جائے... بلاوجہ ان لوگوں کا خون بہانا تو اچھا نہیں لگتا۔''

''لیکن ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں... یہ تو ہمارے پروگرام کی خبر آگے دے دیں گے... اور ان لوگوں کے خیال میں ہم قبائلی پہنے ہوئے ہیں... زیادہ سے زیادہ وہ یہ خیال کر لیں گے کہ ہمیں کوئی جہاز مل جائے گا اور اس کے ذریعے ہم کسی ساحل تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو جائیں گے... جب کہ ان

http://www.Paksociety.com

لوگوں کو زندہ چھوڑ دینے میں خطرہ ہی خطرہ ہے... یہ لوگ نسل پرست ہیں اور اپنے رنگ و نسل سے مختلف ہر انسان سے یوں بھی نفرت کرتے ہیں۔'' انسپکٹر کامران مرزا کہتے چلے گئے۔

''تب پھر... سوال تو یہ ہے کہ کیا کیا جائے۔''

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے... صورت حال ایسی تھی کہ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا:

''فرزانہ تم ہی کچھ بتاؤ۔''

''میں غور کر رہی ہوں ابا جان۔''

''فرحت تم بھی عقل کو ہاتھ مارو۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

''میں پہلے ہی ہاتھ مار چکی ہوں۔'' اس نے منہ بنایا۔

''شوکی... تم اپنی عقل کو آواز دو۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''پہلے ہی دے چکا ہوں انکل۔''

''حد ہو گئی... سب کے سب نے ہتھیار ڈال دیے... انکل مجھے اجازت دیں... میں کچھ بتاؤں۔'' اخلاق نے تلملا کر کہا۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''تب پھر سنیے... ہم ان لوگوں کو جان سے نہیں مارنا چاہتے... ٹھیک ہے۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

''اور ہم چاہتے ہیں... یہ لوگ کسی کو کوئی اطلاع نہ دے سکیں۔''

''ہاں! بالکل... یہی بات ہے۔''

''تب پھر اس کا صاف اور سیدھا حل موجود ہے۔'' اخلاق بھرپور انداز میں مسکرایا۔

''حد ہو گئی... صاف اور سیدھا حل موجود ہے... کہاں ہے اور وہ کیا ہے...'' فرزانہ اسے تیز نظروں سے گھورا۔

''ان لوگوں کو باندھ کر کمروں میں بند کر دیا جائے... اچھی طرح تلاشی لے لی جائے... اور جہاز کی سمت متعین کر دی جائے... جہاز خود بخود داوتاوا کی طرف چلتا چلا جائے گا... اور اس طرح یہ اپنے ملک پہنچ جائیں گے۔''

''بھوکے پیاسے۔'' فرحت نے منہ بنایا۔

''ہاں! بھوکے پیاسے... ان کا سفر تین دن کا باقی ہے... تین دن بھوکے پیاسے رہنے سے یہ مر نہیں جائیں گے... زندہ

http://www.paksociety.com

رہیں گے... اگرچہ حالت ردّی ضرور ہو جائے گی ان کی... لیکن مجبوری ہے... ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"میرے خیال میں ہم ان حالات میں یہی کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"بالکل۔" انسپکٹر جمشید نے تائید کی۔

"نہیں نہیں... تین دن تک ہم بھوکے پیاسے کیسے رہ سکیں گے۔"

"بھئی تم لوگ مرو گے نہیں... زندہ رہو گے... خوراک کے بغیر ایک انسان سات دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔"

"لیکن ہماری حالت کس حد تک خراب ہو جائے گی۔"

"مجبوری ہے۔"

"ایک اور ترکیب ہو سکتی ہے۔" ایسے میں شوکی بول اٹھا... اس کی آنکھوں میں چمک نظر آئی۔

"اور وہ کیا؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہم بھول گئے، جہاز پر بقراط میاں قصوری اور چند دوسرے لوگ بھی قید ہیں... ہم ان لوگوں سے کام لے سکتے ہیں... یعنی ان لوگوں کو تو ہم باندھ لیتے ہیں اور بقراط میاں

قصوری کو ان کا نگران مقرر کر دیتے ہیں... جہاز کی سمت اپنے ملک کی طرف کر دیتے ہیں... اس طرح امید ہے... یہ لوگ جہاز سمیت ہمارے ملک پہنچ جائیں گے..."

"اور یہ بقراط میاں قصوری کون ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

اب شوکی نے اپنی کہانی جلدی جلدی سنا ڈالی... آخر بقراط اور دوسرے لوگوں کو باہر نکالا گیا... ساری صورت حال ان کے سامنے رکھی گئی... بقراط میاں تو خوش ہو گئے... باقی لوگوں نے بھی رضامندی ظاہر کر دی... اب جہاز کے ڈرائیور سے بات کی گئی... اس نے جب دیکھا کہ ایک طرف موت ہے... دوسری طرف زندگی کی امید کی جا سکتی ہے تو اس نے پاک لینڈ کی طرف جانے کی حامی بھر لی... اس سے یہ وعدہ بھی لیا گیا کہ واپس آنے پر وہ اس کی ہر ممکن مدد کریں گے اور اس کے کام آنے کی کوشش کریں گے... اس طرح جہاز کو پاک لینڈ کی طرف روانہ کر دیا گیا اور خود یہ لوگ لانچ میں اٹلانٹا کی سمت روانہ ہوئے...

جہاز کا سارا اسلحہ انہوں نے لانچ پر لاد لیا تھا... کیونکہ

http://www.pakistanipoint.com

اٹلانٹا کا جہاز اب تین لانچوں کی حفاظت میں اپنا سفر طے کر رہا تھا... اور ان تینوں لانچوں پر مسلح فوجی موجود تھے... لانچ کی ڈرائیونگ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا باری باری کر رہے تھے اور اس وقت انہیں خان رحمان اور پروفیسر داؤد بہت یاد آ رہے تھے:

''آپ آتے ہوئے انہیں ساتھ لا ہی سکتے تھے۔'' آصف نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''بس کیا بتائیں... ہم تو بندرگاہ پر کھڑے جہاز کی تلاشی لینے کے لیے گئے تھے، کیا پتا تھا، تلاشی نہیں لے سکیں گے اور غیر قانونی طور پر جہاز پہ سوار ہونا پڑے گا۔''

''لیکن انکل! آپ جب دوسرے ساحل پر لانچ کے ذریعے جہاز کے تعاقب میں نکلے... اس وقت تو آپ حالات سے خبردار کر ہی سکتے تھے۔''

''ہاں! لیکن اس وقت ذہن پر صرف ایک بات سوار تھی اور وہ یہ کہ اس بحری جہاز سے ہمیں پروفیسر غفاری صاحب کو برآمد کرنا ہے...''

''اور یہ کام ہم اب تک نہیں کر سکے۔'' شوکی بولا۔

''کوئی بات نہیں... اللہ نے چاہا تو اب کر لیں گے...'' محمود نے فوراً کہا۔

''اور ہاں! اب ہمارے پاس وقت ہے... ایک دوسرے کی کہانی پوری تفصیل سے سن سکتے ہیں... انکل آپ تو سنا دیں اپنی اور پروفیسر غفاری انکل کی کہانی۔''

''ہاں! کیوں نہیں۔''

یہ کہہ کر انہوں نے پوری کہانی سنا دی۔ ان کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے شاہ باز ہوتی کی کہانی سنائی... ان کے خاموش ہونے پر شوکی نے کہا:

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ شاہ باز ہوتی تو مارا گیا۔''

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا... بہرحال زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔''

''خیر... اب رہ گئی شوکی کی کہانی... مختصر طور پر ہم سن چکے ہیں... اب ذرا تفصیل سے ہو جائے۔''

شوکی نے بقراط کی کہانی سنا دی... پھر جہاز پر خاموشی چھا گئی... چند منٹ گزر گئے تو فاروق نے کہا:

''یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم سب نے منہ میں گھنگھنیاں ڈال لی

http://www.Pakistanipoint.com

ہوں۔"

"یا یوں کہہ لیں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

"یا پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ..." محمود کہتے کہتے رک گیا۔

"کہہ دو..." فرحت مسکرائی۔

"اب کہنے کی کیا ضرورت رہ گئی... سلسلہ تو شروع ہو گیا ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"نہیں تو! یہ کس نے کہہ دیا تم سے۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"اس میں کہنے نہ کہنے کی کیا بات... کیا ہم نہیں رہے۔" فرحت بولی۔

"ہم... میں ہپ۔" انسپکٹر جمشید ہکلا کر رہ گئے۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں، یا یہ ہم... میں... ہپ غیر ارادی طور پر منہ سے نکلا ہے۔"

"میں کہنا چاہتا تھا... اس وقت خان رحمان کی یاد واقعی ستا رہی ہے۔"

"لیکن انکل! ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" فرحت نے کہا۔

"صبر اور شکر تو کر ہی سکتے ہیں۔" فرزانہ تڑ سے بولی۔

"مطلب یہ تھا کہ مہم آسان نہیں... بہت خطرناک ہے... ہماری لڑائی بیک وقت تین جنگی لانچوں اور ایک مال بردار جہاز کے عملے سے ہمارا مقابلہ ہے... اور اس سے بھی پہلے یہ کہ ہمیں ان تک پہنچنا ہے... دراصل ہمارا اصل کام یہ ہے کہ پروفیسر غفاری اٹلانٹا نہ پہنچ سکے اور ہم راستے سے ہی انہیں واپس اپنے ملک لے آئیں... اس کیس میں یہ پوری کامیابی گنی جائے گی اور اگر ہمارے دشمن انہیں اٹلانٹا لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور ہم وہاں سے انہیں واپس لائے تو یہ نصف کامیابی ہو گی اور اگر لا ہی نہ سکے تو یہ مکمل ناکامی ہو گی... بلکہ یہ حد درجے خوفناک بات ہو گی... کیونکہ ایٹمی پلانٹ کے بارے میں تمام تر معلومات اگلوانے کے سلسلے میں وہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا کچھ سلوک کریں گے... میرے لیے یہ بات اس قدر تکلیف دہ ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔"

"اللہ مالک ہے... ہو گا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔" اشفاق نے فوراً کہا۔

اور وہ سب سر ہلاتے نظر آئے۔

''اوہو... یہ... یہ میں کیا محسوس کر رہی ہوں۔'' فرزانہ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''چلو بتا دو... کیا محسوس کر رہی ہو... ہم بھی محسوس کر لیں گے۔'' آفتاب مسکرایا۔

''لگتا ہے... کوئی آب دوز ہمارے تعاقب میں آ رہی ہے۔''

''آب دوز۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''تب تو پھر ہمیں جنگ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے... یہ لوگ ہمیں سکون سے اپنا سفر طے نہیں کرنے دیں گے... کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''کوئی بات نہیں انکل... انہیں اپنا کام کرنا ہے، ہمیں اپنا ...''

''مم... مجھے وہم نہیں ہوا۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

''ہم نے کب کہا... کہ تمہیں وہم ہوا ہے... وہم ہو ہمارے دشمنوں کو۔'' آفتاب نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا۔

''مم... میرا مطلب ہے... آب دوز ہمارے آس پاس

ہی کہیں ہے۔''

''اور وہ اچانک ہمارے آس پاس نمودار ہو سکتی ہے... ہمیں فوراً اسلحہ سنبھال لینا چاہیے۔''

انہوں نے جلدی جلدی اسلحہ سنبھال لیا... انسپکٹر جمشید نے بھی سٹیرنگ ایک ہاتھ میں تھام لیا اور دائیں میں پستول لے لیا... اب وہ سب سمندر پر چاروں طرف نظریں جما کر بیٹھ گئے...

''ارے یہ کیا؟'' فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

''اب کیا ہوا... کیوں بار بار ارے کہہ رہی ہو... ایک ہی بار سارے ارے سامنے لے آؤ نا۔'' فاروق جل گیا۔

''اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ آب دوز ہم سے دور ہوتی جا رہی ہے۔''

''ڈر گئی بے چاری۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''ان لوگوں نے جان لیا کہ ہم مقابلے کی تیاری کر چکے ہیں اور ہم پر بے خبری میں حملہ نہیں کیا جا سکے گا... اس لیے پیچھے ہٹ گئی... لیکن خطرہ تو بدستور موجود ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

http://www.Paksociety.com

''ہاں! اس میں۔''

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... بہت دور سمندر کی سطح پر انہیں ایک نوک سی ابھرتی نظر آئی تھی... وہ بغور اس طرف دیکھنے لگے... اس قدر فاصلے سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔

''فرزانہ ذرا دیکھنا... وہ اس طرف کیا ہے۔''

فرزانہ کے ساتھ سبھی نے اس طرف نظریں جما دیں... اور پھر اس نے کہا:

''یہ غالباً اس آب دوز کا اوپر والا حصہ ہے... وہ لوگ آب دوز کو اوپر سطح پر لا رہے ہیں... میرا خیال ہے... ہمیں دیکھے بھالے بغیر فائرنگ نہیں کرنی چاہیے... اور اسی لیے آب دوز ہم سے اس قدر فاصلے پر چلی گئی ہے کہ کہیں ہم اس پر فائرنگ نہ کر دیں... کیا خبر... اس پر ہمارے دشمن نہ ہوں۔''

''ہاں! اس بات کا زبردست امکان ہے... ہم تیل دیکھیں گے اور تیل کی دھار دیکھیں گے... پھر کوئی قدم اٹھائیں گے۔'' انسپکٹر کامران مرزا کی آواز ابھری۔

''اللہ کا شکر ہے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''کس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا۔'' آصف بولا۔

''ویسے تو ہر بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے... اس وقت میں نے اس بات پر شکر ادا کیا کہ سمندر میں بھی ہم پہلے تیل دیکھیں گے اور تیل کی دھار... ارے باپ رے... وہ... وہ اوپر ابھر آئی ہے۔'' محمود چلا اٹھا۔

سب نے اس طرف دیکھا... آب دوز یک دم پانی کی سطح پر آ گئی تھی... اور پھر وہ سب بہت زور سے اچھلے... ایسے میں آب دوز سے ایک آواز ابھری:

''خبردار! فائر نہ کرنا۔''

☆☆☆☆☆

http://www.paksociety.com

کالا زار

آواز خان رحمان کی تھی... ان کے چہرے کھل اٹھے... ان کے ساتھ پروفیسر داؤد بھی تھے:

''جاؤ... ہم تم سے نہیں بولتے... ہمارے بغیر نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں... ہمیں بھٹکنے کے لیے ساتھ کیوں نہیں لیا... لہٰذا ہماری تمہاری بول چال بند۔''

''تب پھر گزارا کیسے ہوگا انکل... یہ مہم کیسے سر ہوگی۔'' فاروق ہنسا۔

''بولے بغیر سر ہوگی۔'' خان رحمان نے ہانک لگائی۔

آب دور لمحہ بہ لمحہ ان کے نزدیک آتی جا رہی تھی:

''بول تو آپ رہے ہیں انکل۔'' فرزانہ کی آواز ابھری۔

''دھت تیرے کی... یار خان رحمان... ہم نے سوچا تھا

کہ ان سے بات تک نہیں کریں گے اور آتے ہی باتیں کرنے لگے۔'' پروفیسر داؤد جھلا اٹھے۔

''میرا خیال ہے... نہ بولنے کا پروگرام اس مہم کے بعد رکھ لیتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

''اچھی بات ہے... جمشید... لیکن خیال رہے... ہم اپنی ساری ناراضی بعد میں نکالیں گے ضرور۔''

''جی اچھا... نکال لیجیے گا... اس وقت رہنے دیں... ہم لوگ بہت سنگین حالات سے دوچار ہیں اور یقین کیجیے... آپ کو بار بار یاد کرتے رہے ہیں... ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی آپ کی باتیں کر رہے تھے اور بے تحاشہ ہم سب یہ چاہ رہے تھے کہ آپ بھی ساتھ ہوتے...''

''بس تو پھر اللہ نے یہ بات پوری کر دی... ہم آ گئے... اب یہ نہ پوچھنا کہ مشکلات کے کتنے پہاڑ سر کر کے یہاں تک آئے ہیں... اور اس کے لیے ہمیں سائنسی آلات کا بھی سہارا لینا پڑا ہے... تمہاری گھڑی میں لگے بعض آلات کے ذریعے ہم نے سمت کا اندازہ لگایا... کیونکہ اس گھڑی میں موجود آلات کے بعض حصے میرے پاس موجود تھے... اس طرح یہاں تک آنا

http://www.pakistanipoint.com

ممکن ہو سکا۔''

''یہ بہت ہی اچھا ہو گیا...''

اب وہ ان کے بالکل ساتھ آ گئے:

''کیا پروگرام ہے۔''

''پہلے آپ کہانی سن لیں... سفر جاری رکھیں... کیونکہ ہمارے پاس وقت کم ہے... ایسا نہ ہو، پروفیسر غفاری صاحب کو اٹھا لے جایا جائے اور ہم منہ تکتے رہ جائیں۔''

''کس کا۔'' فاروق بول اٹھا۔

''آپس میں ایک دوسرے کا۔'' آفتاب نے اسے گھورا۔

''اس میں آنکھیں دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔''

''چلو خیر... جو تم کہتے ہو... وہ کر لیتا ہوں...''

''یہ وقت ادھر ادھر کی باتوں کا نہیں... ہمیں جلد از جلد اور ہر حالت میں پروفیسر غفاری صاحب تک پہنچنا ہے... لہٰذا سفر جاری رہے گا... دونوں لانچیں ساتھ ساتھ چلتی رہیں گی... اور ہم انہیں تمام کہانی سنا دیں گے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' سب نے کہا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید انہیں تفصیل سنانے لگے... انہوں نے نہ

صرف اپنی کہانی انہیں سنائی، بلکہ انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز والی کہانیاں بھی سنا دیں... اور کہانی کو موجودہ صورت حال تک لا کر ختم کر دیا:

''گویا اس وقت ہم اس جہاز کی طرف جا رہے ہیں، جس پر پروفیسر غفاری موجود ہیں۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''جی ہاں... اور اس جہاز کی حفاظت کے لیے اس وقت اس کے گرد تین لانچیں بھی موجود ہیں۔''

''اللہ مالک ہے... ہم بھی گھر سے پوری طرح تیار ہو کر نکلے ہیں... اور تم لوگوں کے لیے کچھ جدید ہتھیار لے کر آئے ہیں... دوسرے یہ کہ آب دوز کے ذریعے ہم سمندر کے نیچے سے ان لانچوں پر وار کر سکتے ہیں... اول تو یہ آب دوز ہی ان لانچوں کو الٹ دے گی... ورنہ نیچے سے میزائل بھی فائر کیے جا سکتے ہیں... وہ پانی میں بھی مار کر سکتے ہیں۔''

''بھئی واہ... پھر تو مزہ آ گیا۔''

''اسی لیے تو کہہ رہے ہیں... ہم لوگوں کو چھوڑ کر چلے آنا تم لوگوں کی بے وقوفی تھی۔'' پروفیسر داؤد نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

http://www.Paksociety.com

"ہاں! بے شک ہم سب کو یہ بات تسلیم ہے۔" کئی آوازیں ابھریں... اور وہ سب مسکرانے لگے۔ ان کا سفر جاری رہا... یہاں تک کہ تین دن بعد انہوں نے جہاز کی جھلک دیکھ لی... اب وہ پوری طرح محتاط ہو گئے۔ پروفیسر داؤد آب دوز کو پانی میں لے گئے... انسپکٹر جمشید نے اپنی لانچ اور جہاز کا فاصلہ مزید کم کر لیا... تاکہ جہاز پر موجود لوگ انہیں دیکھ لیں، ان کی ساری توجہ ان کی طرف ہو جائے... اور آب دوز کی طرف ان کا خیال تک نہ جا سکے... اور نیچے ہی نیچے پروفیسر داؤد اور خان رحمان اپنا کام کر گزریں... پھر انہوں نے خان رحمان کی ہدایت کے مطابق... ان کی طرف سے اشارہ ملنے پر جہاز کی طرف چند فائر بھی کر دیے... اس طرح جہاز اور لانچوں کا رخ پوری طرح ان کی طرف ہو گیا... انہوں نے خیال کر لیا کہ اس لانچ سے ان پر حملہ کیا جا رہا ہے... ساتھ وہ ہنسے بھی کہ ایک لانچ پر موجود چند افراد ان کا بھلا کیا بگاڑ سکتے ہیں... لیکن پھر ان کے رنگ اس وقت اڑ گئے... جب ایک لانچ دھماکے سے پھٹی اور اس کے ٹکڑے چاروں طرف پانی کی سطح پر بکھر گئے... ابھی وہ سوچ بھی نہیں پائے تھے کہ یہ کیا ہوا... کہ

دوسری لانچ کا بھی یہی انجام ہوا اور پھر تیسری کا بھی یہی انجام ہوا... اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کی بلند آواز سمندر کی فضا میں گونجنے لگی:

"جہاز پر موجود لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے... ہم وہی ہیں... جن کا قبضہ پہلے بھی جہاز پر ہو گیا تھا... تم لوگ اپنی تین لڑاکا لانچوں کا انجام دیکھ ہی چکے ہو... اگر نہیں چاہتے کہ جہاز کے بھی ٹکڑے اڑ جائیں تو ہاتھ اٹھا دو... اسلحہ گرا دو... ورنہ پھر سمندر کے نیچے سے جو کارروائی ان تین لانچوں کے ساتھ کی گئی ہے... وہ کارروائی اس جہاز کے ساتھ بھی ہو گی... ہم تمہیں سوچنے کے لیے کوئی وقت نہیں دے سکتے... ہاتھ اٹھا دو یا جہاز تباہ کرا لو۔" انسپکٹر جمشید کی آواز اس قدر سرد تھی کہ ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... ان کے چہروں پر خوف دوڑ گیا اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ تین لانچوں کا انجام دیکھ چکے تھے...

پندرہ منٹ بعد وہ جہاز پر قابض ہو چکے تھے... آب دوز کا اسلحہ ان کی لانچ پر سارا اسلحہ جہاز پر منتقل کر دیا گیا تھا... اور جہاز واپس ان کے ملک کی طرف روانہ ہو چکا تھا... سب لوگوں کو رسیوں سے باندھ لیا گیا تھا... ایسے میں فرزانہ کی آواز نے ان

http://www.pdfbooksfree.pk

سب کو چونکا دیا:

''پہلے کپتان کی جگہ لینے والا ڈاکٹر رابرٹ جہاز پر نظر نہیں آیا۔''

''یہ بات تو پھر ان لوگوں سے پوچھی جا سکتی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے جہاز پر موجود عملے کی طرف اشارہ کیا... پھر وہ ان کے نزدیک چلے گئے اور بولے:

''کیا وجہ ہے... ڈاکٹر رابرٹ نظر نہیں آ رہے۔''

''جب آپ لوگوں نے حملہ کیا... وہ اس وقت جہاز کے عرشے پر نہیں تھے... ہو سکتا ہے... کسی لانچ پر ہوں... سفر کے دوران وہ جہاز سے لانچوں پر آتے جاتے رہے ہیں۔''

''اوہ... تب تو اس کا مطلب ہے، وہ مارے گئے۔''

''ہوں خیر... دیکھو... ہم تم لوگوں سے بہت اچھا سلوک کریں گے... تمہیں باعزت طریقے سے رکھیں گے اور اگر حکومت نے تم لوگوں کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا... تو تمہارے ملک میں تمہیں پہنچانا ہماری ذمے داری ہوگی... بس ہم تم سے یہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد جہاز کو وہیں لے چلو... جہاں سے یہ چلا تھا... اس سے پہلے کہ کوئی اور حادثہ پیش آئے... ہم اپنے

ساحل پر پہنچ جانا چاہتے ہیں... اور اگر تم لوگ یہ بتا سکو کہ پروفیسر غفاری کو جہاز پر کہاں رکھا گیا ہے... یا وہ سامان کے کس بکس میں ہیں تو تم لوگوں کو خاطر خواہ انعام بھی دیا جائے گا... اتنا بڑا انعام کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔''

''افسوس! ہمیں پروفیسر غفاری کے بارے میں کچھ معلوم نہیں... البتہ۔'' ان میں سے ایک کہتے کہتے رک گیا۔

''البتہ کیا؟'' وہ جلدی سے بولے۔

''جہاز کے ایک خاص حصے میں چند کمرے ایسے ہیں... جن کی طرف ہمیں جانے کی اجازت نہیں ہوتی... ایسا اس موقعے پر ہی نہیں... شروع سے ہے... اگر وہ ان کمروں میں سے کسی میں ہوں تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔''

''خیر... تم صرف اتنا بتا دو... وہ کمرے ہیں کس طرف۔''

''ان پر ہر وقت تالے لگے رہتے ہیں۔''

''کوئی بات نہیں... تم ہمیں اس طرف لے چلو۔'' وہ بولے۔

''مجھے کھول دیں... میں آپ کو لے چلتا ہوں۔'' اس نے

کہا۔

''نہیں! تم سمت بتا دو...''

اس نے سمت بتا دی... انہوں نے خان رحمان کو وہیں چھوڑا اور اس سمت میں چل پڑے... اس طرف واقعی چند کمروں پر تالے لگے نظر آئے... اس سے پہلے وہ اس سمت میں آ ہی نہیں سکے تھے... انہوں نے ایک ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی... تب کہیں ایک کمرے سے آواز آئی:

''کک... کون؟'' آواز میں گھبراہٹ تھی... کمزوری تھی۔

''کیا آپ پروفیسر غفاری ہیں۔''

''اُف میرے اللہ! آپ... آپ کون ہیں... جو بھی ہیں... میرے حال پر رحم کریں... مجھے یہاں سے نکالیں... میں... میں اپنے وطن جانے کے لیے تڑپ رہا ہوں۔''

انہوں نے تالا توڑ دیا... وہ معمولی سا تھا... آسانی سے ٹوٹ گیا... اب وہ کمرے میں داخل ہوئے... اخبارات میں وہ پروفیسر غفاری کی تصاویر دیکھتے رہے تھے... لہٰذا انہوں نے فوراً پہچان لیا... وہ پروفیسر غفاری ہی تھے... وہ لیٹے ہوئے

تھے اور کافی کمزور نظر آرہے تھے... اگرچہ جسم کے لحاظ سے وہ کافی طاقت ور نظر آئے تھے...

''آپ ہمیں پہچانتے ہیں۔''

انہوں نے باری باری سب کو دیکھا... پھر بولے:

''غالباً! آپ لوگ انسپکٹر جمشید وغیرہ ہیں... اور یہ پروفیسر داؤد تو میرے بہت زیادہ جانے پہچانے ہیں۔'' وہ مشکل سے مسکرائے یوں لگا جیسے ان کے لیے مسکرانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

''بالکل! ہماری تو اکثر ملاقات ہو چکی ہے۔''

انہوں نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے ان سے ہاتھ ملایا... پھر انہیں اٹھنے میں مدد دی... وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

''اللہ کا شکر ہے... آپ لوگ پہنچے تو۔''

''پہنچے تو ہم پہلے بھی تھے... لیکن ہماری کامیابی ادھوری رہ گئی تھی... اب بھی ہم خطرے میں ہیں... کیا خیال ہے، پروفیسر صاحب... انہیں جہاز سے آب دوز پر کیوں نہ منتقل کر دیا جائے... اور ہم انہیں آب دوز پر اپنے ساحل کی طرف لے چلیں۔''

''اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔''

http://www.pakfunplace.com

''اس طرح ہم بہت کم خطرے میں ہوں گے... اگرچہ تار پیڈو کا خطرہ تو پھر بھی رہے گا۔''

''نہیں جمشید... ہماری آب دوز خاص قسم کی ہے... انشاء اللہ ہم تار پیڈو کے حملوں سے بھی بچ جائیں گے۔''

''تب تو پھر یہ سب سے اچھا رہے گا... اب سوال یہ ہے کہ اس جہاز کا کیا کیا جائے۔''

''ان لوگوں نے ہمارے ملک کے اتنے بڑے سائنس دان کو اغوا کیا... یہ جہاز اس اغوا میں برابر کا شریک ہے، لہٰذا یہ ہمارے ملک کے لیے مال غنیمت ہوگا... تاہم... حکومت جانے... ماورجہاز والے جائیں... ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔''

''تب پھر ہم اسے ساتھ ہی کیوں لے جائیں... ان لوگوں کے پاس نہ تو کوئی اسلحہ رہنے دیں... نہ فون وغیرہ... تاکہ کسی کو بھی کوئی اطلاع نہ دے سکیں... البتہ اتلانٹا کی طرف ان کا سفر جاری رہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے تجویز پیش کی۔

''ان حالات میں اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔''

اور پھر اس ترکیب پر عمل کیا گیا... اس طرح ان کا سفر آب

دوز پر شروع ہوا... اور وہ کسی خطرے کا سامنے کیے بغیر اپنے ملک پہنچ گئے... انہیں اس بات پر حیرت بھی تھی اور خوشی بھی کہ واپسی میں ان پر کوئی حملہ نہیں ہوا تھا... جب کہ اس سے پہلے وہ کسی طرح انہیں کامیاب نہیں ہونے دے رہے تھے... صدر صاحب کو اطلاع دی گئی... صورت حال بتائی گئی... انہوں نے فوراً ہی فوجی جوان بندرگاہ پر بھیج دیے... انہیں اس دستے کی حفاظت میں ایوان صدر پہنچایا گیا... صدر صاحب کی خوشی کا کیا پوچھنا... ادھر وہ سب حیران... کہ صدر صاحب نے تو حکم دیا تھا کہ انسپکٹر جمشید اس جہاز کو جانے دیں... اور جب انسپکٹر جمشید نے انکار کیا تھا تو انہوں نے سختی سے کہا تھا کہ نہیں... ایسا نہیں ہو سکتا... جہاز کو جانے دیا جائے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا تھا کہ وہ وردی اتار رہے ہیں اور اب وہ جو کچھ کریں گے، اپنی ذمے داری پر کریں گے... گویا ایک طرح سے انہوں نے صدر صاحب کا حکم نہیں مانا تھا... ان حالات میں تو اس وقت صدر صاحب کو ان پر بہت تاؤ کھانا چاہیے تھا... لیکن ہو یہ رہا تھا کہ زبردست خیر مقدم ہو رہا تھا... انہیں کامیاب ترین واپسی پر مبارک باد دی جا رہی تھی... باقی سب

http://www.pakistanipoint.com

لوگوں کو بھی مبارک بادیں مل رہی تھیں... ان حالات میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

''اگرچہ آپ سب لوگ ہم سب کو مبارک باد دے رہے ہیں... لیکن دیکھا جائے تو اس پورے کیس میں اصل کام دکھایا ہے پروفیسر داؤد اور خان رحمان صاحبان نے... اگر یہ اس وقت نہ آجاتے تو نہ جانے کیا ہوتا... ہم نے ان لوگوں سے ٹکرانے کا فیصلہ تو کر لیا تھا... لیکن ٹکرانے کا نتیجہ کیا نکلتا... یہ نہیں معلوم تھا... جب کہ ان دونوں حضرات کی بروقت آمد نے ان کا کام آسان بنا دیا... لہٰذا اصل مبارک باد کے حق دار یہ ہیں۔''

''اور صدر محترم ایسی بات بھی نہیں تھا... ان لوگوں کی کہانی سننے کے بعد نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ دشمنوں کے راستے کی دیوار بن گئے... ورنہ وہ تو پروفیسر غفاری کو لے ہی اڑے تھے...''

''بھئی ہم آپ سبھی کو مبارک باد کا مستحق خیال کرتے ہیں...'' صدر صاحب جلدی سے بولے۔

''لیکن صدر انکل... یہ بات کیا ہوئی؟'' فاروق نے

مارے حیرت کے کہا۔

''کیا مطلب فاروق... تمہارا اشارہ کس بات کی طرف ہے۔''

''آپ نے تو حکم دے دیا تھا کہ جہاز کو جانے دیا جائے۔''

''وہ حکم بھی درست تھا... اور اس وقت کی مبارک بادیں بھی درست ہیں... مجھ پر دباؤ پڑا تھا... میں نے ان لوگوں کے خاص آدمی کے سامنے یہ حکم دیا کہ جہاز کو جانے دیا جائے... اس پر جمشید اڑا تو میں نے روک دیا... جمشید نے وردی اتارنے کی بات کی تو میں نے اس سے بھی انہیں منع کر دیا، لیکن یہ بات میں بھی جانتا تھا اور تم بھی... جمشید نہیں رکیں گے... اور میں یہی چاہتا تھا کہ یہ نہ رکیں... کیونکہ پروفیسر غفاری صاحب کا دشمن کے ہاتھ لگ جانا ہمارے ملک کے حق میں نہایت خطرناک تھا...''

''بس صدر انکل! ہم سمجھ گئے۔'' محمود نے جلدی سے کہا اور وہ مسکرا دیے۔

''اب اس زبردست کامیابی کی خوشی میں آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔''

"ایک تقریب... زبردست تقریب... اس کارنامے کے شایان شان تقریب منعقد کی جائے۔"

"بالکل ٹھیک... آج سے تین دن بعد یہ تقریب منائی جائے گی... اس میں اہم لوگ شرکت کریں گے... مہمان خصوصی تم سب ہو گے..."

"یہ بہت پرلطف پروگرام رہے گا... مبارکباد دینے کا اچھا طریقہ یہ ہے۔" پروفیسر غفاری خوش ہو کر بولے۔

پھر وہ رخصت ہو کر گھر آئے... وہاں سب بیگمات جمع تھیں، پہلے ہی انہیں اطلاع مل چکی تھی... لہٰذا کھانے بھی تیار کیے گئے تھے... اس طرح سب ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ملے... ان کے چہروں پر رونقیں تھیں... خوشیاں تھیں... اور سب کے ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے اس رونق میں اور اضافہ ہو گیا تھا... بہت دیر ان کا پروگرام جاری رہا... آخر تین دن بعد شام کے ٹھیک پانچ بجے وہ ایوان صدر باغ میں پہنچ گئے... تقریب کا اہتمام یہاں کیا گیا تھا... جونہی وہ باغ میں داخل ہوئے... سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر گویا مبارک مبارک کا ایک شور سا گونج اٹھا... آخر اسپیکر پر انسپکٹر

جمشید کی آواز ابھری:

"خواتین و حضرات! مہمانان گرامی قدر تشریف لے آئے ہیں... باقی حضرات بھی آ چکے ہیں... اس تقریب میں کچھ خاص خاص مہمان بھی شامل ہیں... میں یہاں ان کے نام سنا دیتا ہوں... ہمارے درمیان انشارجہ کے سفیر موجود ہیں۔ یعنی مسٹر کراؤن نام... پروفیسر غفاری تو اس سارے کیس کی جان ہیں، یہ کیس گھوما ہی ان کے گرد ہے... شاہ باز ہوتی تو جہاز کے حادثے میں شاید کام آ گئے... باقی رہ گئے جبراط میاں قصوری... یہ بچ گئے تھے... لہٰذا انہیں ہم ساتھ لے آئے ہیں... اب میں باری باری تینوں فریقوں کی کہانیاں سناتا ہوں... پھر تینوں پارٹیوں کی ملاقات کن حالات میں ہوئی... یہ بھی تفصیل سناتا ہوں۔"

"ہم... مگر کیوں... اس کی کیا ضرورت پڑ گئی... ہم تو ان اس زبردست کامیابی کی خوشی میں جمع ہوئے ہیں اور ایسا ر صاحب کی مرضی سے ہوا ہے... تو ان باتوں کا کیا راتا۔" صدر صاحب کے ایک وزیر کی آواز ابھری۔

اس پر انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کی طرف دیکھا پھر

http://www.paksociety.com

بولے:

''میرا خیال تھا... سب لوگ یہ جاننا پسند کریں گے کہ ہمیں کیا کیا حالات پیش آئے... اگر یہ بات پسند نہیں تو پھر رہنے دیتے ہیں۔''

''نہیں نہیں... میرا خیال ہے حالات سن لیے جائیں... اس لیے کہ یہ کوئی عام معاملہ نہیں تھا... ہمارے ملک کے اتنے بڑے سائنس دان کو اغوا کیا گیا تھا... اس سے پہلے کہ اغوا کرنے والے انہیں اپنے ملک میں لے جاتے... وہ بھی سمندر کے راستے... اس دوران کیا کچھ ہوا، کیا کیا حالات اور واقعات پیش آئے... یہ جاننا تو بہت ہی پر لطف رہے گا۔'' یہ آواز تھی فارغ خان محفوظ کی... جو کہ پروفیسر غفاری کے نائب تھے۔

ہم سب ان کی تائید کرتے ہیں اور سننا چاہتے ہیں۔'' بہت سی آوازیں ابھریں۔

''آپ سب کی اجازت ملنے کے بعد میں اپنی بات شروع کرتا ہوں اور آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یہ سارا کام دراصل ایک تنظیم کالازار کا تھا۔''

''کیا!!!'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

http://www.paksociety.com

کہانی

''ہاں! کالا زار! اور یہ تنظیم ہے انتارجہ کی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''یہ کیا بات ہوئی... ہم تک تو یہ خبر پہنچی ہیں کہ پروفیسر صاحب کو اغوا کر کے اٹلانٹا لے جایا جا رہا تھا۔'' اسی وزیر نے اعتراض کیا جس نے پہلے کیا تھا... شاید وہ انسپکٹر جمشید کا بہت مخالف تھا۔

''میں وضاحت کروں گا... آپ بے فکر رہیں۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا پھر انہوں نے ایک سمت میں منہ اٹھا کر کہا:

''انہیں لے آؤ بھئی۔''

سب اکرام باغ کے ایک تاریک گوشے سے نمودار ہوا... ساتھ میں اس کے چند ماتحت بھی تھے... اور ان کے درمیان

ایک شخص تھا... اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں... اس کے منہ پر کپڑا منڈھا ہوا تھا:

''یہ شخص... جس کا چہرہ ابھی آپ کو دکھایا جائے گا... اس تنظیم کا سرگرم کارکن ہے اور ہمارے ملک میں بھی اس کا کرتا دھرتا ہے... اس کے حکم پر سارا کام ہوتا ہے... ہم نے جو یہ تین دن یہاں گزارے ہیں تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے رہے... بلکہ ہم کام کرتے رہے ہیں... اور اسی سلسلے میں یہ شخص ہمارے ہاتھ لگا ہے... خیر... اب تفصیل سنیے... صدر کی طرف سے ہمیں اطلاع ملی کہ پروفیسر غفاری صاحب کو اغوا کر لیا گیا ہے... یہ اطلاع انہیں ان کے مشیر بابر کیسرا صاحب کے ذریعے ملی تھی... بابر کیسرا صاحب یہاں نظر نہیں آ رہے... ان کی طبیعت خراب ہے... خیر... یہ خبر صدر صاحب کے لیے حیران کن تھی، انہوں نے فوراً مجھے فون کیا کہ یہ ایسے موقعوں پر بھی کرتے ہیں... ہم فوراً پروفیسر غفاری صاحب کی تجربہ گاہ پہنچے، وہاں باہر مسلح پہرے دار موجود تھے... تجربہ گاہ کی عمارت بہت بڑی ہے اور بہت مضبوط... داروں کی موجودگی میں... اس مضبوط عمارت سے کسی کو اغوا

کر لے جانا آسان محسوس نہ ہوا، خیر ہم اندر پہنچے... ان کے نائب فارغ خان محفوظ سے ملاقات ہوئی... انہوں نے بتایا کہ روزانہ سونے سے پہلے وہ پروفیسر صاحب کے کمرے میں جاتے ہیں تاکہ دوسرے دن کے کاموں کے بارے میں ہدایات لے سکیں اور چونکہ ان کے سونے کے کمرے کی ایک چابی ان کے پاس ہوتی ہے، اس لیے وہ رخصت ہوتے وقت خود ہی باہر سے دروازے کو تالا لگا دیتے ہیں... پروفیسر صاحب کو دروازہ اندر سے بند کرنے کے لیے اٹھنے کی ضرورت نہیں پڑتی... اغوا کرنے والے صدر دروازے کی طرف سے ہی آئے تھے... انہوں نے گارڈز کو بتایا تھا کہ وہ صدر صاحب کا اجازت نامہ لے کر آئے ہیں... پروفیسر صاحب کو یہ بات بتائی گئی... انہوں نے اجازت نامہ دیکھ کر انہیں اندر بلا لیا... اور صبح پروفیسر صاحب کمرے میں نہ ملے تو صدر صاحب کے مشیر بابر کیسرا کو اطلاع دے دی... اس طرح ہم وہاں پہنچے... ہم نے یہ حالات سن کر کمرے کا معائنہ کیا... کمرے سے ایک بٹن ملا جو کسی قمیص کا تھا... میز پر پانچ گلاس ملے... ان میں سے چار کے پیندے میں شراب لگی نظر آئی... البتہ پانچویں گلاس سے

شراب کو بو نہیں آ رہی تھی... اس سے بھی پتا چلا کہ اغوا کرنے والے چار تھے... اور انہوں نے اغوا کرنے سے پہلے وہاں شراب بھی پی تھی... کمرے میں ہمیں دھما چوکڑی کے آثار نظر آئے۔ گویا پروفیسر غفاری صاحب ان سے بھڑ گئے تھے... غیر اغوا کرنے والے انہیں پچھلے دروازے سے باہر لے گئے... پچھلے دروازے کی چابی بھی پروفیسر صاحب کے پاس ہوتی ہے، لہٰذا انہوں نے ان سے چابی لی اور پچھلا دروازہ کھول کر نکل گئے... پھر کسی نے فون پر بتایا کہ یہ کام کالا زار تنظیم کا ہے... اس بات نے مجھے فکر مند کر دیا... کالا زار کے بارے میں بہت خوفناک باتیں سننے میں آتی ہیں... ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ پروفیسر صاحب کو اغوا کرنے کا پروگرام پہلے سے بنا لیا گیا تھا... اور اس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی ہے... ان حالات میں انہیں ہوائی جہاز کے ذریعے تو لے جایا نہیں جا سکتا تھا... سمندر کے ذریعے ہی لے جا سکتے تھے... کالا زار کی کارروائیوں کی رپورٹیں یوں بھی سمندر سے متعلق سننے میں آتی تھیں... لہٰذا ہم نے جان لیا کہ وہ انہیں سمندر کے راستے لے کر جائیں گے... چنانچہ بندرگاہ پر پہنچ گئے... اور

جلدی میں پروفیسر داؤد اور خان رحمان صاحبان کو نہ لے جا سکے..."

یہاں تک تفصیل سنانے کے بعد انہوں نے جہاز پر پیش آنے والے تمام حالات تفصیل سے سنا دیے اور آخر میں انہیں قبائلی جزیرے پر پھینک دیا گیا... یہاں انہوں نے اپنی کہانی روک کر انسپکٹر کامران مرزا کو اپنی کہانی سننے کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنی کہانی شاہ باز ہوتی کی ماں سے شروع کی جو اپنے بیٹے کی واپسی چاہتی تھیں... اس وقت اس تقریب میں وہ وہاں بھی شریک تھی...

انسپکٹر کامران مرزا نے شاہ باز ہوتی سے کہانی شروع کی:

"مجھے ان کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں کہ ان کی سرگرمیاں پراسرار ہیں... پھر اطلاع ملی کہ انہوں نے انشارجہ کے سفیر سے ایک خفیہ ملاقات کی ہے... اور اس ملاقات کے دوران انہوں نے اپنے ماتحت امتیاز شواری کو بھی بلایا تھا... وہاں کیا بات ہوئی... یہ امتیاز شواری کو معلوم تھا... شاہ باز ہوتی کو جب معلوم ہوا... کہ میں اب امتیاز شواری سے معلومات حاصل کروں گا تو انہوں نے اسے ختم کرنے کی کوشش

کی... ہم بھی اس کی مدد کو پہنچ گئے... پھر ہم نے اس سے یہ بات اگلوا لی کہ انشارجہ کے سفیر نے ہماری حکومت کی کچھ پالیسیوں پر بات کی تھی اور ہوتی سے کہا تھا کہ ان پالیسیوں پر حکومت کی مخالفت کریں اور ان کو منظور نہ ہونے دیں... وغیرہ... گویا شاہ باز ہوتی انشارجہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے وہ ان سے جو کام چاہتے تھے، لے رہے تھے... اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ شاہ باز ہوتی ملک سے غائب ہیں... اس کا مطلب تھا کہ وہ فرار ہو گئے ہیں، لیکن میں نے ان کی نگرانی پر اپنے آدمی مقرر کیے ہوئے تھے... میں نے ان سے رابطہ کیا تو پتا چلا، یہ صاحب تو اٹلانٹا چلے گئے ہیں... اور میرے ماتحتوں نے اٹلانٹا میں اپنے ساتھی کو خبردار کر دیا تھا، لہٰذا ان کا وہاں بھی تعاقب کیا گیا... اور اس کی رہائش کا پتا چل گیا... ہم فوراً اٹلانٹا پہنچے... شاہ باز ہوتی ہمیں وہاں دیکھ کر بھونچکا رہ گئے... ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہم وہاں پہنچ جائیں گے... بہر حال وہاں کافی سخت باتیں ہوئیں... پھر وہاں کی پولیس نے دخل اندازی کی... ہم نے انہیں بتایا کہ ہم انہیں اپنے ملک لے کر جائیں گے... یہ ہمارا حق ہے... آخر وہاں کی حکومت

انہیں واپس بھجوانے پر مجبور ہوگئی... لیکن جہاز کو بم سے اڑا دیا گیا... اللہ کا شکر ہے کہ میں نے وقت سے پہلے سب لوگوں کو پیراشوٹ باندھ لینے پر مجبور کر دیا تھا... اس طرح ہم ایک جزیرے پر اترے... اللہ کی قدرت کہ وہ جزیرہ قبائلی تھا اور اسی پر ان حضرات کو چھوڑا گیا تھا... اس طرح ہماری وہاں ملاقات ہوئی... اب پاس سے گزرنے والے جس جہاز پر ہمیں سوار کیا گیا... اللہ کی شان کہ اسی جہاز پر شوکی برادرز قید تھے... اپنی کہانی یہ خود سنائیں گے۔'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

اب شوکی نے کہنا شروع کیا:

'' ہمارے پاس بقراط میاں قصوری آئے تھے... کوئی انہیں بلیک میل کر رہا تھا... یہ شخص بھی سرکاری ملازم تھے اور کافی بڑے عہدے پر... بلیک میلر ان کے لیے ایک لانچ بھیجتا تھا... وہ لانچ ریموٹ کنٹرول تھی اور انہیں ایک جزیرے پر لے جاتی تھی... وہاں اتر کر بریف کیس چھوڑ کر لانچ پر آجاتے تھے... بعد میں بلیک میلر اسے وصول کرتا تھا... ہمارے لیے ایک اور لانچ کا انتظام کیا گیا... ہم نے اس کے ذریعے دوسری

لانچ کا تعاقب کیا... اس طرح ہم اس جزیرے تک پہنچ گئے... بقراط میاں وہاں بریف کیس گرا کر واپس ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر ہم جزیرے پر اتر گئے... بلیک میلر کو پتا چل گیا کہ بقراط نے اس کا سراغ لگانے کا یہ انتظام کیا ہے... اس نے ریموٹ کنٹرول لانچ واپس بھیج دی... جو جزیرے پر آکر دھماکے سے اڑ گئی... البتہ بقراط میاں قصوری پہلے ہی اتر گئے تھے... ہمیں جو جہاز ملا... اس کے کپتان نے ہماری تمام چیزیں لے لیں اور ہمیں کمروں میں بند کر دیا... اللہ کی قدرت کہ یہی جہاز ان حضرات کو ملا... اس طرح ہم ایک جہاز پر جمع ہو گئے... یہاں سے کہانی پھر انکل جمشید سنائیں گے۔'' شوکی یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

'' جی ہاں! ہم نے جہاز سے ایک لانچ لی... اور اس جہاز کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ ان حالات میں ہم سے پروفیسر داؤد اور خان رحمان آملے... اور ان کی وجہ سے ہمیں بہت مدد ملی... کیونکہ یہ آب دوز کا انتظام کر کے نکلے... آب دوز کے ذریعے ہم نے ان تینوں لانچوں کو تباہ کر دیا... جو جہاز کی حفاظت کرتی ساتھ ساتھ جا رہی تھیں... اور اس جہاز پر ہمارا

http://www.pakfunplace.com

قبضہ ہو گیا، ہم نے وہاں سے پروفیسر غفاری کو برآمد کر لیا اور آب دوز کے ذریعے واپس روانہ ہوئے... حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مرتبہ دشمن نے ہمارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کی... اور ہم بخیریت یہاں پہنچ گئے۔ ہاں میں یہ بھی بتا دوں کہ پہلی مرتبہ جب ہم اس جہاز پر پہنچے تھے تو ہم نے جہاز کی نچلی منزل میں پروفیسر صاحب کی تلاش شروع کی تھی... لیکن کامیاب نہیں ہوئے تھے... اس وقت تک دراصل ہمارا خیال یہ تھا کہ جہاز کی انتظامیہ سے چھپا کر پروفیسر صاحب کو کسی بکس میں بند کر کے لے جایا جا رہا ہے... لیکن یہ خیال غلط تھا... انہوں نے پروفیسر صاحب کو عرشے پر ہی ایک کمرے میں بند کر رکھا تھا... جنگ کے دوران جب ہمارا قبضہ جہاز پر ہوا تو کپتان ہمارے ہاتھوں مارا گیا تھا... اس کے بعد تین لانچوں کی آمد پر ہمیں ہتھیار ڈالنا پڑے... اور ہم پر قابو پا لیا گیا... اس وقت کپتان کی جگہ وہاں اچانک ایک نئے شخص نے لی تھی اور اس کا نام تھا ڈاکٹر رابرٹ۔ ہم لوگوں کو تباہ جزیرے پر پھینک کر جہاز آگے چلا گیا۔ جب ہم نے آب دوز کے ذریعے لانچوں کو تباہ کیا اور جہاز پر دوبارہ قبضہ کیا تو ہمیں ڈاکٹر رابرٹ نظر آیا...

ہمیں بتایا گیا کہ حملے کے وقت وہ ایک لانچ پر چلا گیا تھا... اور اس کا مطلب یہ نکلا کہ وہ دوسروں کے ساتھ مارا گیا تھا... اب اس کے بعد ہمیں پروفیسر غفاری ایک کمرے میں بند مل گئے اور ہم انہیں یہاں لے آئے، یہ ہے کل کہانی۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید بیٹھ گئے... فوراً ہی صدر صاحب اٹھے اور انہوں نے کہا:

"اس میں شک نہیں جمشید! یہ بہت بڑی کامیابی ہے... ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے... پوری قوم تمہاری شکر گزار ہے... لیکن جمشید... وہ کالا زار والی بات رہ گئی... یہ کون شخص ہے جس کا تم نے منہ ڈھانپ رکھا ہے۔"

"ہمارے ملک میں کالا زار تنظیم کا سربراہ ہے یہ شخص... کالازار کے نام پر ہمارے ملک میں جو کارروائی بھی ہوئی ہے... اسی کے اشاروں پر ہوتی ہے... اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کو پروفیسر غفاری صاحب کے اغوا کی اطلاع بہت جلد مل جاتی... لیکن جس وقت فارغ خان نے اطلاع دی... آپ کو اس کے تقریباً دو گھنٹے بعد اطلاع دی گئی... تاکہ پروفیسر صاحب کو گھر سے بندرگاہ تک آسانی سے پہنچا دیا جائے اور اس کے بعد ہم کام

شروع کر سکیں...''

''کیا مطلب... مجھے تو اطلاع بابر کسیرا نے دی تھی اور وہ آج چھٹی پر ہیں۔''

''جی ہاں! جب میں نے حساب لگایا کہ فارغ خان محفوظ نے کس وقت اطلاع دی اور آپ کو کب اطلاع ملی... تب میں نے جانا... بابر کسیرا نے جان بوجھ کر دیر سے اطلاع دی۔ لہٰذا آپ اس سے یہ سوال پوچھ سکتے ہیں... اور اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے...'' انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

''اوہو جمشید... اس سے کیسے پوچھا جائے۔''

''یہ لیں... پوچھ لیں۔''

انھوں نے اس شخص کے سر پر منڈھا ہوا کپڑا اتار دیا...

''ارے یہ تو بابر کسیرا ہے... تمہارا مطلب ہے جمشید... یہ... میرا مشیر خدا ہرنے... کالا زار تنظیم کا مقامی سربراہ ہے۔''

''ہاں جناب! ہم نے اس کی کوٹھی سے ایسے کاغذات برآمد

کر لیے ہیں... بلکہ ہمیں تو وہاں سے کچھ اور اہم چیزیں بھی ملی ہیں... اور ان میں اہم کاغذات بھی ہیں... ان کاغذات سے پتا چلا ہے کہ ہمارے ملک میں کون کون شخص کالا زار کا آدمی ہے... کالا زار تنظیم کے کاموں کی تفصیلات بھی ہمیں مل گئی ہیں... یہ تنظیم دراصل صرف انشارجہ کی نہیں ہے... بلکہ... تما م یورپی ممالک نے مل کر بنائی ہے۔''

''کیا!!!'' کئی حیرت زدہ آوازیں بلند ہوئیں۔

''جی ہاں! اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایشیائی ملکوں کے جو لوگ انشارجہ اور اس جیسے بڑے بڑے ملکوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں... یہ ان میں سے لائق ترین طالب علموں کے نام نوٹ کرتے ہیں، انھیں تعلیم کے میدان میں خاص خاص سہولتیں دی جاتی ہیں... انعامات دیے جاتے ہیں... انھیں مزید اعلیٰ تعلیم اپنے خرچ پر دلوائی جاتی ہے... پھر یہ بتایا جاتا ہے... کہ وہ ان کے ہمدرد ہیں اور ان کے ملک میں بھی ان کی مدد کریں گے، انھیں اچھے اچھے عہدے دلوائیں گے... اس طرح نوجوان ان کے جال میں آجاتے ہیں اور غیر ارادی طور پر ان کی ہدایات پر عمل شروع کر دیتے ہیں... پھر آگے

www.pakfunplace.com

بڑھتے بڑھتے... ملک دشمن ہدایات تک پر کرنے لگتے ہیں... اس کی ایک مثال بقراط میاں قصوری کی ہے... وہ اسی طرح ان کے قابو میں آ گیا تھا... پھر اسے بلیک میل بھی بابر کسیرا نے خود کرنا شروع کر دیا... کیونکہ اس کے پاس بھلا کیا ثبوت نہیں ہوں گے... شاہ باز ہوتی بھی بیرون تعلیم حاصل کرنے والا ایسا ہی شخص تھا... جو ان کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا... بس یہ ہے میری کہانی۔'' انسپکٹر جمشید نے یہ کہہ کر ایک بار پھر بیٹھ گئے... ساتھ ہی صدر صاحب چونکے... اب انھوں نے کہا:

''اس پروگرام کے اختتام پر میں آپ سب لوگوں کا شکر گزار ہوں۔ کہ آپ نے زحمت کی... تشریف لائے... اور اپنے قیمتی لمحات ہمیں دیے... اور ہاں... میری گزارش ہے کہ رخصت سے پہلے غفاری صاحب بھی چند جملے کہہ دیں... کہ یہ معاملہ انھی کے انواسے شروع ہوا تھا۔''

''ہاہا... ہا... کیوں نہیں۔'' انھوں نے ہنس کر کہا اور اٹھ کر مائیک پر آ گئے۔

اور ادھر انسپکٹر جمشید کے رونگٹے کھڑے ہو گئے... انھیں زمین و آسمان گھومتے محسوس ہوئے... انھوں نے سنا... پروفیسر

غفاری کہہ رہے تھے:

''اس میں شک نہیں... انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا اور شہ کی برادرز پارٹیاں بہت محب وطن ہیں... ہر وقت جان ہتھیلی پر رکھ کر ملک اور قوم کی خدمت میں لگی رہتی ہیں... ہم ان سب کے احسان مند ہیں... شکریہ... یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے... ادھر انسپکٹر جمشید کے پورے بدن میں چیونٹیاں سی کاٹ رہی تھیں... وہ اچانک اٹھے اور بولے:

''مجھے افسوس ہے... کیس ختم نہیں ہوا... اس کیس کے اصل مجرم ہیں پروفیسر غفاری۔''

''کیا مطلب؟'' بے شمار آوازیں ابھریں۔

''کیا کہا... یہ کیا کہا آپ نے۔'' پروفیسر غفاری چلا اٹھے۔

''جہاز پر جب کپتان ہلاک ہو گیا تھا تو اس کی جگہ ڈاکٹر رابرٹ نے لی تھی... وہ آپ ہی تھے... حلیہ بدل کر ڈاکٹر رابرٹ بن گئے تھے... تاکہ کمرے میں بند نہ رہنا پڑے... لیکن شکست ہوتے دیکھی تو پھر میک اپ ختم کر کے خود کو کمرے میں بند کر لیا... ظاہر ہے... وہاں آپ کا کوئی خاص آدمی بھی

شامل تھا... اس نے دروازہ باہر سے بند کیا ہوگا... تو آپ بھی کالا زار کے غلام ہیں... آپ نے بھی بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کالا زار کے ذریعے یہ مقام حاصل کیا ہے... اور اسی لیے آپ ایٹمی پلانٹ دیکھنا چاہتے تھے... تاکہ انتشار جہ کو اس کی مکمل تفصیلات بتا سکیں... آپ کے اغوا کا ڈرامہ اسی لیے رچایا گیا تھا... آپ نے اب چونکہ ایٹمی پلانٹ دیکھ لیا ہے... لہٰذا آپ اب ان کے پاس آجائیں... اسی لیے جب ہم آپ کو آب دوز میں لے کر واپس روانہ ہوئے تو کالا زار نے کوئی حملہ نہیں کیا... مجھے اس پر بہت حیرت تھی... کہ حملہ کیوں نہیں کیا گیا... مثلاً وہ اپنے خاص آدمی کو جس کے پاس ان کے لیے بہت سی خاص اطلاعات تھیں... کس طرح ہلاک کر سکتے تھے... اب آپ سوچ رہے ہوں گے... یہ کیا ہوا... یہ یکا یک میں نے کیسے بھانپ لیا... تو یہ بھی سن لیں کہ... جب آپ ڈاکٹر رابرٹ کا روپ دھارے ہوئے تھے تو اس وقت آپ بالکل اسی انداز میں ہنسے تھے... یعنی ہاہا... ہا... اور اس وقت بھی آپ بالکل اسی طرح ہنسے ہیں... جواب میں آپ کہہ سکتے ہیں، کوئی عدالت اس بات کو ثبوت نہیں مان سکتی... کوئی بات نہیں، یہ

بات تو دراصل ہمارے کام کی ہے، جرم ثابت کرنے کے لیے کمرے کے دو پانچ گلاس بھی کافی ہیں... اب سمجھ میں آیا... اغوا کرنے والے تو آپ کے اپنے ساتھی تھے... وہاں بیٹھ کر اگر شراب نہ پیتے تو کیا کرتے... مزید ثبوت ہم تجربہ گاہ کی تلاشی لے کر حاصل کریں گے، آپ کی پوری فائل اب دیکھی جائے گی... کالا زار نے آپ کو کون کون سے میڈل دیے... آپ نے ان سے کیا کیا فائدے اٹھائے اور پھر ملک میں شہرت بنانے کے لیے کیا کچھ کیا گیا... تاکہ آپ اس مقام پر پہنچ جائیں کہ صدر صاحب بھی آپ کی بات رد نہ کر سکیں۔'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

''اُف مالک! میں تو یہ بات کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔''

''کوئی بات نہیں انکل صدر... اب سوچ لیں۔'' فاروق نے فوراً کہا اور بہت سے لوگ ہنس پڑے۔

خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار پروفیسر غفاری کو حراست میں لے رہے تھے.. اور تمام مہمان بت بنے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

www.pakistanipoint.com

دوسرے روز پروفیسر غفاری کی رہائش گاہ اور دفتر سے دستاویزی ثبوت بھی برآمد کر لئے گئے۔ ثبوت اس قدر مضبوط تھے کہ دنیا کی کوئی عدالت انہیں جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ اس کے بعد انسپکٹر جمشید اور کامران مرزا نے بھی سکون کا سانس لیا تھا کیونکہ اگر وہ ثبوت تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوتے تو اتنی بڑی بین الاقوامی نوعیت کی ایوان صدر میں رونما ہوئی تقریب کے دوران اس طرح بغیر مکمل ثبوت اتنی بڑی شخصیت پر ہاتھ ڈالنے کا نہ جانے کیا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔ پروفیسر غفاری اور انشاجہ کی حکومت تو انہیں کہیں کا نہ چھوڑتی۔

☆☆☆☆☆

http://www.Paksociety.com